وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض

تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان

نظام خلافت راشدہ کا داعی

ماہنامہ

حق چار یار رضی اللہ عنہم

لاہور

جلد 32 شمارہ 3۔ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ، مارچ 2019ء

جلد 32 شمارہ 3 - رجب المرجب ۱۴۴۰ھ، مارچ 2019

جاری کردہ

قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم مظہر شریعت وطریقت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

بانی تحریک خدام اہل سنت پاکستان

بدل اشتراک

اندرون ملک: فی پرچہ 35 روپے سالانہ چندہ 350 روپے

بیرون ملک: مشرق وسطیٰ 85 ریال، امریکہ، یورپ، برطانیہ 20 پونڈ

مدیر مسئول: حافظ محمد مسعود صاحب

0333-5783036

دفتر ماہنامہ حق چاریار متصل جامع مسجد میاں برکت علی

مدینہ بازار، ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور

0322-4135093
0302-4166462
042-37427872

پبلشر حافظ محمد مسعود نے افضل شریف پرنٹرز سے چھپوا کر ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور سے شائع کیا۔

فہرست مضامین

اهدنا الصراط المستقيم (اداریہ) امیر تحریک مدظلہ کے قلم سے

سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی آمد

حضرت مولانا قاضی محمد ظہور الحسین اظہر مدظلہ ☆

شہزادہ محمد بن سلمان، خادم الحرمین سلمان بن عبدالعزیز کی قیادت میں آگے بڑھ رہا ہے۔ مورخہ ۱۸ فروری دارالحکومت اسلام آباد میں وزیراعظم عمران خان کی جانب سے سعودی عرب میں مقیم پاکستانیوں کو درپیش بعض مسائل کے حل کی درخواست پر ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے کہا: ''مجھے سعودی عرب میں آپ پاکستان کا سفیر سمجھیں'' جو پاکستان سے ان کی محبت اور قربت کا بھرپور اظہار ہے۔ اور ولی عہد کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ان کی جانب سے اپنے پہلے باضابطہ غیر ملکی دورے کے لیے پاکستان کا انتخاب بھی اسی حقیقت کا عکاس ہے۔ اور پاکسان نے بھی ان کے فقید المثال استقبال کی شکل میں برادر اسلامی ملک کے ساتھ پاکستانیوں کی محبت و اخوت کا ناقابل فراموش مظاہرہ یکساں جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ ولی عہد محمد بن سلمان نے سعودی حکومت کی طرف سے پاکستان میں بیس (۲۰) ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کو پہلی قسط قرار دیتے ہوئے مزید سرمایہ کاری کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔ اور ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم نہ صرف باہمی ترقی اور استحکام کے لیے کام کریں گے۔ بلکہ پاکستان اور سعودی عرب مل کر خطے کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور خصوصاً یہ امر بھی باعث اطمینان ہے کہ ہمارا ہمسایہ عوامی جمہوریہ چین بھی اقتصادی راہداری میں بھی سعودی عرب کی شمولیت پر پوری کشادہ دلی سے تیار ہے جس کا اظہار بھی چین کے چاؤلی جیان نے گزشتہ روز جیو نیوز سے بات چیت میں کیا ہے۔ اس طرح گوادر میں سعودی عرب کی جانب سے ایشیا کی سب سے بڑی آئل ریفائنری کے قیام کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔ یوں پاکستان کے لیے موجودہ معاشی مشکلات سے نجات پانے کے امکانات پوری طرح روشن ہوگئے ہیں لیکن ان امکانات سے مکمل استفادہ کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے اندر بھی قومی اتحاد و یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے حکومت فراخ دلی اور ہوشمندی کا مظاہرہ کرے، چنانچہ آصف علی زرداری اور میاں شہباز شریف نے سعودی عرب کے ولی عہد کا کھلے دل سے خیر مقدم کیا ہے۔ سعودی ولی عہد محمد بن سلمان صرف

☆ امیر تحریک خدام اہل سنت والجماعت، پاکستان 0453-543444

حکومت کے نہیں۔ پوری قوم کے مہمان تھے۔ حکومت نے بعض وجوہات کی بنا پر دورہ کو صرف حکومتی سطح تک محدود کر کے ناتجربہ کاری اور کشمکش کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ وزیر اعظم عمران خان کو چاہیے تھا کہ پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلوا کر محمد بن سلمان سے خطاب کرواتے تا کہ حکومت اور اپوزیشن اپنے معزز مہمان کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین پیش کرتے۔

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

مرزائی ڈاکٹر سے ہمدردی کا المیہ

چکوال سے شائع ہونے والے ڈیلی چکوال نامہ مورخہ ۵ فروری میں ابوسقراط کی رپورٹ نظر سے گزری کہ ۳ فروری چکوال پریس کلب میں خواجہ بابر سلیم کی دعوت پر ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بنک آف پاکستان راجہ محمد اشرف جنجوعہ، جو آج کل اپنی فیملی کے ساتھ بوسٹن امریکہ میں مقیم ہیں اور چھٹیوں میں پاکستان آئے اور ان کے فیملی کے کافی لوگ یہاں ملک میں موجود ہیں گفتگو کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ سوئس بنکوں میں پوری دنیا کے ڈاکوؤں، ٹھگوں کے علاوہ پاکستان کے سیاست دانوں اور افسر شاہی کے اربوں ڈالرز جمع ہیں اور وزیر اعظم عمران خان جو یہ ڈالرز واپس لانے کی باتیں کر رہے ہیں وہ سوئزرلینڈ کے قوانین سے متصادم ہیں اور اس رقم کو واپس پاکستان میں لانا تقریباً ناممکن ہے۔ سابق گورنر اشرف جنجوعہ نے اعداد و شمار کے حوالے سے ایک موقع پر بتایا کہ اس وقت پوری دنیا میں یہودیوں کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے جرمنی نے دوسری عالمی جنگ میں ان کا خون خرابہ کیا تھا اور عام تاثر تھا کہ یہودی ختم ہو گئے ہیں۔ مگر یہودیوں نے اسرائیل ملک جس کی آبادی صرف ۷۰ لاکھ ہے اور اس میں ۲۵ لاکھ عرب ہیں۔ انہوں نے اسرائیل کی شکل میں زیر زمین پر ایک جنت قائم کر رکھی ہے...... انہوں نے بتایا کہ ہمارے ایک مسلمان نے نوبل پرائز حاصل کیا۔ جبکہ ۷۰ یہودی ابھی تک نوبل پرائز لے چکے ہیں اور ہم نے اپنے اکلوتے سائنسدان پر کفر کے فتوے لگا کر اس کا دائرہ اسلام سے ہی خارج کر دیا۔ الخ

تبصرہ: محترم قارئین! ہمارے چکوال کے لوکل نیوز پیپرز اپنی بہتات اشتہارات کی بھرمار، سطحی رپورٹنگ اور مختلف سیاسی طبقات کی نمائندگی جیسی صفات کے باوصف اپنی اہمیت کھو چکے ہیں۔ چنانچہ سرسری نظر ہی کافی سمجھی جاتی ہے البتہ چکوال نامہ کی مذکورہ بالا رپورٹ نے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کے ایڈیٹر ہمارے دیرینہ دوست خواجہ بابر سلیم پرانے صحافی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ

ابوسقراط کے نام سے اپنے اخبار کے لیے رپورٹنگ بھی کرتے ہیں دو نکات خاص طور پر باعث تشویش ہیں:

۱۔ یہودیوں کے اسرائیل کو زیرِ زمین جنت قرار دینا۔

۲۔ قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھ اظہار ہمدردی کہ اکلوتے نوبل پرائز سائنس دان پر کفر کے فتوے لگا کر دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا۔

تعجب ہے کہ خواجہ بابر سلیم راجہ اشرف جنجوعہ کو دہن چوراسی ایوارڈ سے نواز رہے ہیں اور وہ اسرائیل کو زیرِ زمین جنت قرار دیتے ہوئے قادیانی ڈاکٹر کی ہمدردی میں اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔

کاش ہم ان نکات کو راجہ صاحب کی ناسمجھی یا عدمِ توجہ پر محمول کر لیں لیکن ابوسقراط خواجہ بابر سلیم کی بابت کیا نکتہ نظر قائم کریں جو ایسی بوگس غیر ضروری اور انتہائی نازک گفتگو کو خوشی خوشی رپورٹ کرتے ہوئے اپنے اخبار کی زینت بنا رہے ہیں......؟

واقعہ یہ ہے کہ اسرائیل یہودیوں کی ناجائز آماجگاہ ہے۔ غاصبانہ قبضہ سے حاصل شدہ زمین یقیناً کسی مذہب کے ہاں بھی قابلِ قبول تصور نہ ہوگی چہ جائیکہ کہ قرآن کی رو سے ایک جہنمی طبقہ اسے زیرِ زمین جنت قرار دے۔

کیا راجہ صاحب اور ابوسقراط اتنی سی دانش کی گنجائش بھی نہیں رکھتے؟ نیز یہ حماقت بار بار دہرائی جا رہی ہے کہ مسلمانوں نے مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ مرزائی اپنے غلط نظریہ کے بسبب خود بخود دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے اور اپنے لیے سرور کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کے بجائے مرزا غلام احمد قادیانی کی ہمنوائی پسند کی۔ خیر سے جو استنجاء کے وقت گڑ اور گڑ کی جگہ ڈھیلا استعمال کر لیا کرتے تھے۔ مرزائیوں کے اس انتخاب پر ہم سوا اس کے کیا کہہ سکتے ہیں......؟

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

ہمیں تعجب تو راجہ اشرف صاحب اور ابوسقراط صاحب کی فراست پر ہے جو قادیانی ڈاکٹر سے اظہار ہمدردی کرتے کرتے سامنے کی حقیقت کو نظر انداز کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار قرآن وسنت اور آئین پاکستان کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور اس ناحق راستے کا انتخاب انہوں نے خود کیا ہے مسلمانوں کا اس میں کوئی دوش نہیں۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

فیوضاتِ مظہرؒ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرآنی وایمانی صفات

قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ☆

خطاب جمعہ: مدنی مسجد چکوال ۱۵ راکتوبر ۱۹۷۶ء / ۲۰۔ شوال ۱۳۹۶ھ	ضبط وترتیب: ماسٹر منظور حسین

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم○ بسم اللہ الرحمن الرحیم○

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

ترجمہ ”وعدہ فرمایا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور جنہوں نے نیک عمل کیے۔ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا زمین میں (ملک میں) جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا اُن لوگوں کو جو اُن سے پہلے تھے۔ اور ضرور اُن کے لیے ان کے دین کو طاقت دے گا۔ وہ دین جو اس نے ان کے لیے پسند کرلیا، اور ضرور اُن کو ان کے خوف سے امن دے گا، وہ صرف میری ہی عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور جس نے انکار کیا اور ناشکری کی اس کے بعد وہی ہے نافرمان۔“ (پارہ ۱۸، النور: ۵۵)

برادرانِ اہلِ سنت والجماعت! سب سے بڑا مسئلہ خلافت کا ہے اور سب سے بڑا مقامِ فضیلت بھی خلافت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب جو ہیں، ان میں سے ہر ایک کو صحابی ہونے کی حیثیت سے ایک خاص مرتبہ اور فضیلت حاصل ہے۔ غیر صحابی، کسی صحابی پر فضیلت نہیں پاسکتا، انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد، اگر امتوں میں کسی کا درجہ ہے تو وہ نبی کریم، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مقدسہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

○......اور اسی لیے اہلِ حق کا امتیازی نام اہلِ سنت والجماعت ہے، یعنی اُس اسلام اور اس

☆ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دینِ حق کو ماننے والے جو حضور ﷺ کی سنت، اور حضور ﷺ کی جماعت صحابہؓ سے مابعد کی اُمت کو پہنچا اور ظاہر ہے کہ سوائے ان دو راستوں کے، ہمارے لیے کوئی اور راستہ اللہ کے دین کو معلوم کرنے کا نہیں۔ سارا دین ہمیں صحابہ کرامؓ کے ذریعے ہی ملا ہے۔

○ ...... اصولاً اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مان لیا جائے تو دین کی تمام حقیقتیں اس میں آجاتی ہیں تو صرف صحابی ہونا بھی بہت بڑا مقام ہے، بڑی فضیلت اور بڑا بلند مقام ہے، لیکن پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے، جن کو اللہ تعالیٰ نے خلافتِ راشدہ سے سرفراز فرمایا، اور ان کو خلیفۂ راشد بنا لیا ہے تو اس مقام خلافت کی وجہ سے اُن کا درجہ باقی اصحاب" سے بڑھ گیا۔ خلافتِ راشدہ یا خلفائے راشدین، ایک مخصوص اصطلاح اہلسنت والجماعت کے ہاں مروج ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو بھی نیک خلیفہ بن لو اُس کو خلیفہ راشد کہا جائے۔

○ ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد تھے اور واقعتاً بھی ایسے ہی ہے۔ ایک ہوتا ہے واقعہ، کہ کوئی بات کیسے وقوع پذیر ہوئی؟ اس لحاظ سے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے، موافق ہو یا مخالف۔ وہ جانتا ہے اور مانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد عملاً خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے دوسرے حضرت فاروقِ اعظمؓ، تیسرے حضرت عثمان ذوالنورینؓ۔ ان تین خلفائے راشدین کے دور میں، ساری تاریخ کی چھان بین کر لو، کسی شخصیت کے متعلق یہ نہیں ثابت ہوگا کہ اسلامی حکومت کے کسی حصہ، کسی گوشے میں، عملاً کوئی اور بھی خلیفہ ہوا ہو؟

○ ...... دیکھنا یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان تین خلفاء کے زمانے میں جو چوبیس یا پچیس سال کا طویل دور ہے، کہیں عملاً خود مستقلاً حکومت کی ہے؟ اس لیے میں نے یہ پہلو عرض کیا ہے۔ حق کس کا ہے یہ تو جدا بحث ہے، بعد میں عرض کروں گا۔ جس ترتیب سے یہ حضرات خلیفہ بنے اور انہوں نے اسلامی حکمرانی کی، اور مقابلے میں کوئی بحیثیت خلیفہ بننے کے لیے نہیں آیا تو اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

○ ...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں، جو تقریباً بارہ سال کی خلافت کا طویل دور تھا، چاروں خلفاء میں سے سب سے زیادہ مدت خلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی ہے اور پھر بارہ سالہ خلافت میں کابل، قندھار تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسلامی لشکر آیا، گویا اطرافِ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا، سمندری فتوحات، بڑی فتوحات، بحری فتوحات، یہ پڑھ لو۔ سبائی ٹولہ کی سازش سے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں شہید کر دیا گیا اور کتنے دن دشمن نے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور اس حالت میں آپ نے شہادت پائی کہ اللہ کے کلام، قرآنِ مجید کی آپ تلاوت فرما رہے تھے اور جب اس آیت "فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" پر پہنچے تو آپ کی روح عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ یہ داستان بڑی طویل ہے اصولی طور پر میں کچھ باتیں عرض کروں گا۔

○...... اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ اختلاف ہوا کہ کس کو خلیفہ بنایا جائے؟ کہ جو اتنی بڑی اسلامی مملکت کا نظام سنبھال سکے، بہت بڑی بات تھی، تو ان حالات میں اختلاف رائے تو ہوا۔ سب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی، عملاً اتفاق کیا۔ آپ خلیفہ بنا دیے گئے، اس کے بعد امت کی تاریخ میں اختلاف کا دور شروع ہوا۔

○...... ہم جو چاروں خلفاء کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں، تو وہ دراصل خلافتِ موعودہ ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ خلافت اور جانشینی کہ جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پہلے فرما دیا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو! کہ خلافتِ موعودہ، وہ خلافت، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا، اس لیے میں نے یہ آیت، جس کو آیتِ استخلاف کہتے ہیں تلاوت کی ہے۔

○...... "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ" کہ وعدہ فرمایا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے۔ سارے ایمان والوں سے وعدہ نہیں ہے "مِنْكُمْ" جو تم میں سے ہیں یعنی اُس وقت جو مضبوط مومنین تھے، جب اس آیت کا نزول ہوا۔ تو ایمان والے تو قیامت تک آتے رہیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ "مِنْكُمْ" سے تخصیص فرما دی، ورنہ تو اس لفظ کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا۔ تمام ایمان والوں سے وعدہ ہے۔ مراد اُس وقت کے مومنین حاضرین ہیں۔

○...... اور پھر یہ وعدہ صرف ایمان والوں سے نہیں، فرمایا: "وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" ایسے ایمان والے اور ایسے مومنین کاملین کہ جو صالح عمل کرنے والے ہیں۔ جن کا اللہ کے ہاں ایمان بھی کامل اور عمل بھی کامل وصالح، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو اپنے علم کے مطابق اُنہی سے ہے، جن کے اندر صحیح ایمان ہے اور جو صحیح اور حقیقی معنیٰ میں صالحین تھے۔

○...... "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ" ضرور اللہ اُن کو خلیفہ بنائے گا زمین میں، یعنی اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔ یہ پکی، تحقیقی بات ہے، قسم سے فرمایا، کہ تم میں سے جو مومن صالح ہیں اُن میں سے، میں خلیفہ بناؤں گا۔

○……خلیفہ کا معنی جانشین، اب یہاں کس کی جانشینی مراد ہو سکتی ہے؟ نبی کریم رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی، کیونکہ جب حضور ﷺ خود موجود تھے، اس وقت تو کوئی خلیفہ نہیں، جزوی طور پر حضور ﷺ کسی کو نائب بنا کر کہیں بھیج دیں، وہ الگ بات ہے، کلی طور پر جو حضور ﷺ کا جانشین ہو، وہ تو حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہی ہوگا؟ تو اس لفظ سے خود یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ وعدہ حضور ﷺ کے بعد کے لیے ہے۔ تو ضرور اللہ تم میں سے مومنین صالحین کو خلافت دے گا اور حضور ﷺ کا جانشین بنائے گا۔ کہاں؟

○……"فِی الْاَرْضِ" زمین میں، مراد خاص زمین، خاص ملک میں، کہ جہاں یہ حضور ﷺ کی حکومت الٰہیہ تھی، کیونکہ جانشین اور خلیفہ وہیں ہوگا، اسی وراثت کو سنبھالے گا، جو وراثت اس کو ملے گی، جس کا وہ خلیفہ ہے۔

○……"کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" جیسا کہ اللہ نے تم سے پہلے لوگوں کو اسی طرح نائب اور خلیفہ بنایا، یہ تو خلافت کا نفسِ وعدہ ہے، اب اس خلافتِ موعودہ کی علامات اور اس کی نشانیاں کیا ہوں گی؟ آگے اس کی تفصیل ہے، تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ خلافت ایک حکومت و اقتدار ہے، اگرچہ "لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ" سے، یعنی حضور ﷺ کا جانشین جب کوئی بنے گا تو یہ مراد ہو ہی نہیں سکتا کہ صرف زمین کا اقتدار اُسے ملے۔ حضور ﷺ کا جانشین جب اللہ بنائے تو ہر مسلمان یہی سمجھے گا کہ یہ دینی اور شرعی طور پر جانشین ہوگا۔ جو دین حضور ﷺ نے قائم فرمایا اُسی کو اُس نے قائم رکھنا ہے، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے تفصیل بیان فرما دی کہ کسی کو شک وشبے کی گنجائش نہ رہے۔

○……"وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ" ان کو خلیفہ اور جانشین بنا کر اُس دین کی اُن کو طاقت دے گا جو دین اللہ نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (المائدہ:۳) یہ جو آخری آیت ہے تکمیلِ دین کا جس میں اعلان ہوا تو اس میں واضح طور پر فرما دیا کہ "آج میں نے تمہارا دین دین کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت بھی پوری کر دی اور اسلام جو ہے وہ میں نے تمہارے لیے دین پسند کر لیا۔" تو جو دین یعنی اسلام اللہ نے اُن کے لیے پسند کیا ہے۔ اُس دین کو اُن خلفاء کے ذریعے اللہ طاقت دے گا۔ تو مقصدِ خلافت بھی واضح فرمایا۔

○……"وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا" دوسری نشانی یا اُس خلافت کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا

کہ خوف کے حالات جو ہیں وہ دُور ہو جائیں گے۔ اللہ ان کی جگہ امن قائم کر دے گا۔ اُس وقت کہ جب یہ وعدہ دیا جا رہا تھا کفار کا خوف تھا، یعنی حالات ایسے تھے، اُن کا زور تھا، ان کی طاقتیں تھیں، شوکتیں تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ ہی اپنے علم کی بناء پر اور اپنی قدرت کی بناء پر یہ وعدہ کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا اور یہی اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ قرآنِ مجید میں جو جو پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہ اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئی ہیں اور یہ ہو نہیں سکتا کہ اللہ وعدہ فرمائے اور پھر وہ پورا نہ کر سکے؟ تو خوف کے حالات ختم ہو جائیں گے اور امن کا دور دورہ ہوگا۔

○...... ''یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا'' اب وہ جو خلفاء اور جانشین ہوں گے، اُن کی صفت یہ ہوگی کہ صرف میری ہی عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے، یہ عقیدہ کی بات ہے کہ خالص توحید، خالص ایمان اُن میں ہوگا اور اُسی کے لیے خلافت ہوگی اور ادنیٰ سے ادنیٰ شرک سے بھی وہ محفوظ رہیں گے تو گویا اعتقادی یا عملی صورت میں نبوت کے بعد جو تکمیل کی صورت ہے، وہ خلافتِ راشدہ یا خلافتِ موعودہ کی شکل ہے۔ یہ آیت سُنّی مسلمانوں کے عقیدہ کے لیے بڑی زبردست واضح، جامع دلیل ہے لیکن سُنّی مسلمان کا حال یہ ہے کہ وہ مدعی ہے ہی نہیں۔ سارا قرآن ان کے مذہب کی حقانیت پر دلالت کرتا ہے اور بعض آیات ایسی ہیں کہ ہر سُنّی مسلمان اُن کو یاد کر لے اور مختصر مفہوم ذہن میں رکھ لے تو سارے عقدے حل ہو جائیں۔

○......تو اب آیت کے وعدہ کے مطابق اللہ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو توفیق عطا فرما دی کہ اختلاف رائے کے بعد، اختلاف رائے مشورہ میں تو ہوتا ہی ہے ناں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا، آخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق و اجماع ہو گیا اور عملاً خلیفہ اوّل تسلیم کر لیے گئے، سب نے بیعت کر لی، دو سوا دو سال آپ کی خلافت بڑی عظیم، کامیاب خلافت رہی۔

○......ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تائید میں یہ آیت کیوں پیش نہیں کی گئی؟ یہ سوال ہی غلط ہے، کیونکہ اس آیت میں نشانیاں ہیں نام نہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ میرے حق میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے حق میں ہے، نام ہوتا تو پھر تو

بات تھی۔ جب خلیفہ بن گئے اور ان نشانیوں کے مطابق اُن کی خلافت کا نظام جاری ہوا اور کامیاب ہوا تو سب نے سمجھ لیا کہ اس آیت کا وعدہ خلیفہ اوّل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے تھا، کیونکہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ اوّل، برحق نہ مانیں تو وعدہ ہی پورا نہ ہوا؟ وعدہ ہے کسی اور سے، بن بیٹھے کوئی اور۔ اللہ کا ہو حکم، تو یہ بالکل غیر معقول بات ہوگی؟

○...... اس کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گو بظاہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا، لیکن دوسروں سے مشورہ کیا، پھر اس انتخاب پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا تو دس سال عظیم خلافت ہے دس سال ساڑھے دس سال کی مدتِ خلافت میں ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ کفر کا آپ نے فتح کیا۔ اس سے زیادہ تمکینِ دین، جس کا اللہ نے وعدہ دیا، وہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ سب نے سمجھ لیا کہ آیت کا وعدہ جو تھا، دوسرے نمبر پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے تھا۔

○...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عشرہ مبشرہ، صحابہ رضی اللہ عنہم، جن کا نام لے کر حضرت جبرائیل امینؑ نے اللہ کی طرف سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی، ان میں سے چھ جنتی صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا کہ یہ آپس میں مشورہ کر کے کسی کو خلیفہ منتخب کرلیں تو انتہائی کوشش و سوچ و بچار کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی۔ پھر سب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سمیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مان لیا، بارہ سالہ آپ کی خلافت جو تھی بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ آخر میں شورش ہوئی وہ اور بات ہے۔ اُس سے آپ کی خلافت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

○...... تمام امتِ مسلمہ کو یقین ہوگیا کہ اللہ نے جن خلفاء کے متعلق وعدہ کیا تھا، اس آیت میں، یہ خلفاء وہی ہیں، اور ہیں ہی نہیں، عملاً تو ہے ہی نہیں ناں؟ اور ویسے کوئی ہو اور کر کچھ نہ سکے، تو اس آیت کے ماتحت تو آ نہیں سکتا؟ کہ کہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کے لیے وعدہ تھا، بن نہ سکے۔ یہ تو اللہ کا وعدہ نہ ہوا۔ پھر مجبوراً فریق ثانی کہتا ہے کہ یہ تو امام مہدیؑ کے بارے میں ہے؟ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین جو ہوگا اس آیت میں، وہ ہوگا جب دنیا ختم ہونے والی ہوگی؟ اللہ نے وعدہ اس لیے کیا تھا، ساری امت مرجائے، قیامت آنے والی ہو؟

○...... اس آیت میں جو اللہ نے فرمایا تھا کہ میں ان کو خلافت دوں گا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً ہوئے ہیں، خلافت اور جانشینی تو وہ ہے ناں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً کسی کو جانشین بنایا جائے۔

○...... بہر حال اب چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی باری آئی اور یقیناً اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں آپ بھی موعودہ خلیفہ راشد ہیں، جب آپ کی باری آئی تو آپ کو خلافت عطا ہوئی اور اسی موعودہ خلافت میں آپ کی خلافت بھی شامل ہے۔ تفصیل کا وقت نہیں۔ یہ جو اللہ کی طرف سے ترتیب ہے تو اس ترتیب کے بغیر اس آیت کا مصداق کسی اور کو قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ تمکینِ دین یعنی اللہ کے دین کا استحکام، اور اس کا اقتدار و غلبہ، اور خوف کی جگہ تمام اسلامی مملکت میں امن قائم ہوگیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جھوٹے نبی اٹھے، زکوٰۃ کے منکر اٹھے لیکن آخر نتیجہ کیا نکلا؟ سب ختم ہوگئے امن قائم ہوگیا، فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھا۔ اسی ترتیب سے اللہ کی حکمت کے مطابق ان خلفاء کی خلافت آنی تھی۔

○...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اسلامی مملکت کے اندر ایک انتشار پیدا ہوا لیکن اُس ترتیب سے تمکین دین بھی ہے، خلافتِ حقہ بھی ہے۔ اگرچہ اُس طرح امن قائم نہیں ہوا جس طرح پہلی خلافتوں میں ہوا لیکن درجہ بھی تو خلافت کا چوتھا ہے ناں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماعی تھی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اجماعی نہیں کہ تمام نے مان لیا ہو۔ صحابہ میں بھی دو جماعتیں بن گئیں۔ رائے کا اختلاف ہوگیا تو چونکہ اجماع نہیں ہوسکا، اس لیے دو رائیں ضرور ہوئیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اپنی جگہ برحق ہے اور خلافتِ راشدہ ہے آپ حقیقی معنوں میں خلیفہ راشد ہیں، لیکن تین خلفائے راشدین کی طرح یہ خلافت بالاجماع قائم نہیں ہوئی تو یہ بات پہلے ذہن نشین کرلیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ امن نہیں رہا، وہ اجماعی خلافت تین خلفاء کی طرح نہیں بنی۔ اس لیے یہ نمبر میں چوتھے درجہ میں ہونا چاہیے تھا۔ درجہ پہلا دے دیں اور بنے ہی نہ؟ یہاں چوتھے درجے میں ہیں تو سہی ناں؟ جو باری اللہ نے عطا فرمائی، اُن تینوں سے کم، باقیوں سے زیادہ۔

○...... اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ کے وعدہ کے مطابق خلیفہِ راشد ثابت ہوتے ہیں اس لیے اہلسنت والجماعت کا یہ موقف ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اُن سے اختلاف اجتہادی اختلاف ہے بدنیتی کا اختلاف نہیں لیکن اُن سے خطاء ہوگئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اُن کو فضیلت نہیں دی جاسکتی۔ آج عباسی پارٹی کا فتنہ، بالکل اہلسنت والجماعت کے مؤقف کے خلاف ہے۔

○......اس آیت میں جو خلفاء مراد ہیں وہ وہ ہیں جو مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، یہ سورۃ حج کی آیت تمکین سے ثابت ہوتا ہے۔ "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ" سورۃ حج میں، اوپر آیات ہیں "اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا" کہ اب ان لوگوں کے لیے جہاد اور قتال کی اللہ کی طرف سے اجازت ہے جن پر پہلے ظلم کیا گیا، آگے مہاجرین کا ذکر ہے "اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ" جو گھروں سے نکالے گئے، وہ کون تھے؟ "مہاجرین" یہ سمجھو! چاروں خلفاء مہاجرین میں سے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت میں اوّل المہاجرین اور افضل المہاجرین ہیں، دیکھو! اللہ نے ہجرت کا سفر جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نصیب کیا۔ تا کہ ہجرت کی فضیلت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی وجہ سے سب اصحابؓ سے ان کو نصیب ہو۔ اور پھر مہاجرین سے وعدہ خلافت کا ہے تو مہاجرین میں جو سب سے اوّل ہے وہی سب سے اوّل خلیفہ ہے۔ پھر سمجھ لو! کہ اس آیت میں جو وعدہ خلافت کا ہے، وہ مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے۔ کیونکہ اذن جہاد کے بعد فرمایا "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ" کہ وہ مہاجرین ہیں، گھروں سے نکالے ہوئے، مظلوم مہاجر، اللہ کے دین کے لیے وطن چھوڑنے والے، اس وقت یہ حال ہے ناں کہ مظلوم بھی ہیں، وطن چھوڑنے والے بھی ہیں، نادار ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر میں ان کو تمکین، زمین میں، ملک میں، طاقت، اقتدار دوں، اگر میں دوں۔ یہاں تو وعدہ ہے کہ اگر میں دوں، اُنہی مہاجرین کا ذکر ہے۔ انصار اس میں شامل نہیں۔ انصار جنتی ہیں لیکن اللہ نے جس کو جو مقام بخشا ہے، وہ اسی کے لیے ہے "اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ" یہ وہ مہاجر مظلوم ہیں، جو گھروں سے نکالے ہوئے، سبحان اللہ! عجیب وعدہ ہے اللہ ہی ایسا اعلان کرسکتا ہے کہ اگر میں ان کو طاقت دوں "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ" اگر میں ان کو زمین میں تمکین دوں، تمکین کہتے ہیں، پورا اقتدار اور طاقت، کہ جس کے مقابلے میں باقی سب مغلوب ہو جائیں۔ اگر میں ان کو تمکین دوں، حکومت دوں، تو پھر یہ کیا کریں گے؟ "اَقَامُوا الصَّلٰوةَ" نمازیں قائم کریں گے، "وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ" زکوٰۃ کا نظام جاری کریں گے، "وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ" ہر نیکی کا حکم کریں گے۔ اور ہر برائی سے روک دیں گے، پہلے فرما دیا۔ وہاں بھی اُنہی کے لیے وعدہ ہے، اور یہاں بھی وہی مراد ہیں، تمکین کا ہی لفظ ہے، وہی نشانیاں ہیں۔

○......تو اُس اللہ کے وعدے اور پیشگوئی کے مطابق مہاجرین میں ہی سے مسلسل جو خلیفہ بنے

ہیں اور خلافتِ موعودہ کے مصداق ہیں اور وہ صرف چار ہیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس تسلسل سے چوتھے خلیفۂ راشد ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بحیثیت صحابی بڑی فضیلت والے ہیں، کاتبِ وحی ہیں، صاحبِ کمال ہیں، صرف جب تقابل ہوگا تو جس طرح ہم کہتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بڑی شخصیت ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے بھی اُن کا حیاء کرتے ہیں لیکن درجہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بعد ہے۔ شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ رسول کے بہت بڑے مقبول ہیں، لیکن ان تین کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ یا اللہ! ان کو ہادی بھی بنا، مہدی بھی بنا اور اُن کو حسنؓ وحسینؓ خلیفہ ماننے والے ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد درجہ ہوگا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ بات ہے اللہ کی آیات کی روشنی میں، چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ نہیں بٹھا سکتے۔ اس لیے اُن کی طرف خطاء اجتہادی منسوب ہے اور خطاء سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب وہ نعوذ باللہ صحابیت کے مقام سے گر گئے، بلکہ اجتہادی خطاء پر ازروئے حدیث بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں یہ شرف صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو فتح مکہ کے وقت یا کچھ پہلے یہ اور بات ہے لیکن وہ مہاجر نہیں، ہجرت کی ہے؟ بدر میں شریک ہوئے ہیں؟ احد میں شریک ہوئے ہیں؟ خندق میں شریک ہوئے ہیں؟ حدیبیہ میں شریک ہوئے ہیں؟ بھئی! فضیلتیں تو قرآن میں یہ ہیں ناں؟ ''وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ'' آیتیں تو بہت ہیں۔

○...... ایک بات سمجھ لو! کہ محققین اہلسنت، سلف، خلف نے جو مؤقف اختیار کیا ہے، اس سے جو اپنی نادانی سے یا اپنے جذبات کے ماتحت اِدھر اُدھر ہٹ گیا تو اُس نے جہنم کا راستہ اختیار کر لیا۔ گویا جو ساری عمر قرآن وحدیث پڑھاتے رہے اُن کو پتہ نہیں چلا، تو جن بیچاروں نے ترجمہ بھی سارا نہ دیکھا ہو ان کو پتہ چل گیا؟ عجیب بات ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف اجتہادی تھا، اگلے جمعے پر بیان کروں گا ان شاء اللہ۔ اب دوسرے پہلو سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق بات سمجھو۔

○...... جو فریق یہ کہتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت امام مہدیؒ تک بارہ امام یا خلیفے نامزد ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو نامزد کرتا ہے اسی طرح؟ ہم ان بارہ کو مانتے ہیں کسی کے منکر نہیں، معتقد ہیں، بارہویں پیدا ہوں گے، غائب نہیں ہیں۔ اُس آخری دور کے بہت

بڑے مجدد، ہادی اور مہدی ہوں گے۔ اللہ آپ کے ذریعے اسلام کو غالب کریں گے۔ ان بارہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ، یہ تین صحابی ہیں ان کی اپنی اپنی خاص فضیلتیں ہیں اور باقی صحابی نہیں، لیکن اولیائے امت میں سے ہیں اہلسنت ہیں، اللہ، رسول کے مقبول ہیں، اسی شریعت اور سنت کی تبلیغ کرنے والے ہیں، انہوں نے ساری زندگیاں شریعت کے تحفظ اور اتباع سنت میں گذاریں۔ اہلسنت ان بارہ کا انکار نہیں کرتے، بارہویں پیدا نہیں ہوئے، جب ہوں گے تو اُن کو اُس موقع کے اعتبار سے مانتے ہیں، گیارہ ہوئے ہیں اپنے اپنے دور میں اللہ رسول کے مقبول ہوئے ہیں، لیکن پیغمبروں سے افضل نہیں، نہ اللہ نے پیغمبروں کی طرح وحی کے ذریعے اُن کا نام لے کر، اُن کو نامزد کیا ہے، کیونکہ پھر قرآن میں کوئی ایک نام تو آجاتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نامزد جانشین جو اللہ نے بنانے ہیں، قرآن نازل ہورہا ہو، شیرِ خدا موجود بھی ہوں اور قرآنِ مجید میں نہ نام ہو نہ کچھ ہو، تو پھر یہ تو معلوم ہوا ناں کہ اللہ نے خلافت کی نامزدگی کا نظام جاری نہیں رکھنا تھا؟

○......بعض لوگ یہ کہتے ہیں ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً '' (بقرہ: ۳۰) استدلال کرتے کہ خلیفہ صرف اللہ بناتا ہے؟ کہ فرشتوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ میں اس زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں؟ تو وہ خلیفہ کون تھے؟ نبی تھے یا غیر نبی تھے؟ حضرت آدم علیہ السلام کون تھے؟ یہ تو نبی خلیفہ ہیں۔ اسی طرح ''یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ '' اے داوٗد ہم نے آپ کو زمین میں، ملک میں خلیفہ بنایا، آیتیں تو نبی کے متعلق ہیں، چسپاں کرتے ہو غیر نبی کے متعلق؟ یا اُن کو پہلے نبی ثابت کرو، تو پھر وہ آیتیں ان پر چسپاں کروں؟ اللہ کا خلیفہ جو ہے اُس کو نبی کہتے ہیں۔ خلیفہ کے لغوی معنیٰ جانشین کے ہیں۔ جب براہِ راست، بلاواسطہ اللہ کسی کو نبوت اور رسالت سے سرفراز کرکے بھیجتا ہے تو وحی میں نام آجاتا ہے۔ اسی طرح آیت ''اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا '' (بقرہ: ۱۲۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کون تھے؟ نبی، اور نبیوں کے باپ ہزاروں پیغمبر آپ کی اولاد میں ہوئے، امامت یا خلافت کی آیات یہاں تو وہ پیش ہوسکتی ہیں کہ جو غیر انبیاء کے متعلق ہوں؟ اس قرآن میں تو ہمیں، الحمد سے والناس تک کوئی آیت نہیں ملتی جس میں یہ صراحت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امامت جاری ہوگی؟ اور اللہ نامزد کرے گا؟ اگر کوئی ہے تو دکھا دو؟ اور خلافت و جانشینی کی آیتیں، نشانیاں یہ میں نے سنا دیں۔ اب اور پہلو سے۔

○...... یہ "نہج البلاغۃ" ہے جو اُن کے نزدیک، گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صحیح خطبات پر مشتمل ہے۔ یہ سمجھ لو کہ میں ایک مسئلہ جب سمجھاؤں تو دلیل سے سمجھاتا ہوں، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ میں محض ایک چوٹ کروں، میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ موافق ہو یا مخالف، میری بات سمجھ لے کہ میں نے کیا بات کہی ہے؟ میری دلیل سمجھ لے، اگر اس کو پسند آ جائے، اس کا دل مانے تو مان لے، شیر خدا کے خطبات، اُن کے ہاں جو صحیح ہیں، اس میں لکھا ہے کہ "جب لوگوں نے کہا ہم آپ کو خلیفہ بناتے ہیں، اب کوئی نظام خلافت سنبھالنے والا ہے نہیں۔ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "وانا لکم وزیر اخیرلکم منی أمیرا "(نہج البلاغۃ ص ۲۷۷، خطبہ نمبر۹۰) "میں بہتر ہوں تمہارے لیے وزیر کے، امیر بننے سے" میں امیر نہیں بنتا، اگر کوئی خلیفہ ہو تو میں اس کا وزیر بننے کے لیے تیار ہوں۔ بتاؤ! اگر اللہ نے آپ کو چنا تھا تو یہ جواب دینا غلط اور اللہ کے حکم کے مخالف ہے؟ وہاں تو کوئی مانتا یا نہ مانتا فرماتے کہ میں ہوں؟ اللہ کسی کو کہے کہ تو نبی ہے اور وہ کہے میں نبی نہیں ہوں، اللہ کہے کہ تو امام ہے پہلا، وہ کہے کہ چوتھے درجے میں بھی امام نہیں بننا چاہتا، بتاؤ کوئی بات بنتی ہے؟

○...... دوسری بات اسی نہج البلاغۃ ص ۳۴۷، پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد منقول ہے۔ فرمایا: "واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربعۃ لکنکم دعوتمونی الیھا وحملتمونی علیھا" قسم اٹھا کر فرماتے ہیں، "اللہ کی قسم مجھے خلافت میں کوئی رغبت نہیں تھی،" اللہ نے امام، خلیفہ پہلا بنایا، کہتے ہیں مجھے رغبت، ضرورت نہیں تھی، قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ اس کی خواہش نہیں تھی، معلوم ہوا پہلے نامزد نہیں تھے، نامزد اب بھی نہیں، مشورہ ہو رہا ہے، رائے ہو رہی ہے، وہ بچ رہے ہیں، ذمہ داری اٹھانے سے اجتناب فرما رہے ہیں، "اللہ کی قسم مجھے اس خلافت کی کوئی رغبت نہیں تھی:" لیکن تم نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ تم مجھ سے اٹھوا رہے ہو، اس لیے میں اس کو قبول کر رہا ہوں۔" تو بات پھر اہلسنت کی سچی ہوئی ناں کہ نبوت کا انتخاب وحی کے ذریعہ، نامزدگی من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اور نبی کے خلفاء جو نبی نہ ہوں اُن کے لیے نامزدگی ضروری نہیں۔ یہ کیوں میں نے کہا؟ آپ یہ نہ کہیں کہ حضرت طالوت کو اوپر سے اللہ نے انتخاب کر کے دیا لیکن ان کو نہ نبی مانتے ہو نہ معصوم مانتے ہو؟ اگر اللہ نے بنایا تو معصوم ماننا چاہیے ناں؟ جس طرح عقیدہ رکھتے ہو؟ اور اس وقت حضرت شموئیل علیہ السلام پیغمبر موجود ہیں، اُن پر، اُن کو فضیلت تو

حاصل نہیں ہوئی۔ غیر نبی ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ ؓ خود چوبیس سال کے بعد فرما رہے ہیں، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے پہلا نمبر دیا اور کسی نے بننے نہیں دیا تو آج خواہش نکل گئی؟ وہ تو اللہ کا حکم ہے، وہ تو مامور من اللہ ہیں۔

○..... ایک اور بڑی دلیل اسی ''نہج البلاغۃ کے ص ۳۹۸ پر حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے جو حضرت امیر معاویہ ؓ کو خط لکھا تو وہ یہ ہے ''انه بايعني القوم الذين بايعوا أبابكر و عمر و عثمان على مابايعوهم ولم يكن للشاهد أن يختار ولا للغائب ان يرد انما الشورى للمهاجرين و الانصار فان اجتمعوا على رجلٍ سموه اماماً كان ذلك لله رضا '' وہاں فرماتے ہیں میری خواہش و رغبت نہیں تھی، تم نے مجبور کیا تو میں نے یہ ذمہ داری قبول کی۔ اور اب اپنی خلافت کی دلیل میں، کہ مجھے مان لو، آپ دلیل دیتے ہیں کہ میں اس وقت خلیفہ برحق ہوں کیونکہ ''بے شک میری بیعت اُن لوگوں نے کی ہے، ''الذين بايعوا ابابكر '' جنہوں نے ابوبکر صدیق ؓ کی بیعت کی تھی، ''وعمر'' پھر حضرت عمر ؓ کی بھی اُنہی لوگوں نے بیعت کی تھی ''وعثمان'' اور حضرت عثمان ؓ کی بیعت کی تھی جو آج میری بیعت کر رہے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔'' الذي بايعوا ابابكر و عمر عثمان مابايعوهم '' جس بات پر ان حضرات نے ان تین خلیفوں کی بیعت کی تھی اُسی بات پر اُسی دین کے لیے آج میری بیعت کر رہے ہیں، یعنی اُن کی بیعت کو اپنے لیے دلیل بنا رہے ہیں، چہ جائیکہ یہ کہیں کہ (نعوذ باللہ) وہ تو میرے دشمن، مخالف تھے، اُن کی کیا حیثیت تھی؟ حضرت علی ؓ المرتضیٰ ؓ کے ارشاد سے تینوں خلفاء کی بیعت برحق ثابت ہوگئی۔ بھئی! اپنی خلافت کی دلیل میں ان تین خلفاء کی خلافت بطور شرعی دینی خلافت کے پیش فرما رہے ہیں آگے سُنیے ''ولم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد '' اب جو موجود ہیں اُن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اور کسی کو اختیار کریں اور جو یہاں موجود نہیں ہیں، غائب ہیں، اُن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو ردّ کر دیں۔'' اس کو نہ مانیں۔ آگے ''انما الشورى للمهاجرين و الانصار '' شوریٰ جو ہے وہ حق ہے مہاجرین اور انصار کا۔ نامزدگی کے بعد شوریٰ ہوتی ہے؟ اللہ نامزد کر دے تو دلیل یہ دیتے کہ یہ مہاجرین، انصار کو اللہ نے شوریٰ کا مشورے کا حق دیا ہے؟ نامزد امام اور خلیفہ، شوریٰ اور مشورہ کی بات نہیں کرتا؟ وہی بات کرتا ہے جس کا اصول یہ ہو کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت جو ہے وہ مشورہ کی بنیاد پر ہے۔ اہلسنت والجماعت کا یہی موقف ہے ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ '' قرآن کی آیت ہے (سورۃ شوریٰ آیت: ۳۸) اللہ سمجھ دے عمل کی توفیق نصیب ہو۔

چراغ ہدایت

ارشادات وکمالات

عنوان وترتیب	ماخوذ ازمکتوبات
حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمہ اللہ	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

ختنہ اور عقیقہ وغیرہ کی رسمیں

① عقیقہ ساتویں دن سنت کے مطابق کردیا جائے۔ بچے کے بال منڈائے جائیں۔ بالوں کی مقدار میں چاندی تول کر خیرات کردی جائے عمدہ اسلامی نام تجویز کیا جائے۔ لڑکی کے لیے ایک بکرا اور لڑکے کے لیے دو بکرے ذبح کیے جائیں، بشرطیکہ استطاعت ہو۔ یا تو گوشت تقسیم کردیا جائے۔ اگر دعوت کریں تو خاص خاص اعزہ اور احباب کی جن کی تعداد پندرہ سے زائد نہ ہو۔

② کرتہ، ٹوپی بند کردی جائے۔

③ ننھیال وغیرہ سے جوڑے وغیرہ کی رسم بند کردی جائے۔

④ ختنہ شریعت کے مطابق نہایت سادہ طریقہ سے کیا جائے۔

⑤ اگر ممکن ہو تو ختنہ بھی عقیقہ کے ساتھ ہی ساتویں دن کرادیا جائے۔ اگر نہ ہوسکے تو جلد سے جلد چھوٹی ہی عمر میں کرایا جائے۔

⑥ ختنہ کے وقت میں بہتر ہے کہ کوئی رسم اور اجتماع نہ کیا جائے اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو پندرہ افراد سے زیادہ نہ ہوں۔

⑦ موت میں تجہیز وتکفین کے تمام مصارف شریعت کے موافق مختصر ہوں۔

⑧ اگر ایصال ثواب کے لیے وصیت ہو تو شریعت کے موافق تہائی مال میں سے مصارف عمل میں لائے جائیں۔

⑨ اگر ایصال ثواب کی وصیت تہائی مال سے نہ پوری ہوتی ہو اور ورثاء سب کے سب بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے پوری کی جاسکتی ہے۔

⑩ اگر ورثاء تہائی مال سے زائد خرچ کرنے کی اجازت نہ دیں یا ان میں کوئی وارث نابالغ ہو تو تہائی سے زائد ہرگز نہ خرچ کیا جائے۔

⑪ ایصالِ ثواب میں محتاج اور مستحق خیرات افراد ہی بلائے جائیں۔ صاحبِ ثروت احباب واقارب کے لیے یہ کھانا جائز نہیں۔

⑫ ایصالِ ثواب کے مصارف کو جہاں تک ممکن ہو خفیہ طریقہ سے عمل میں لایا جائے۔

چچازاد بڑے بھائی کی وفات پر اظہارِ تعزیت

جناب سید محمد بشیر الدین صاحب الہداد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے نام

مخدومی ومکرمی! جناب بھائی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔

آپ کا والا نامہ ملا۔ جس میں بھائی محمد ظہیر صاحب مرحوم کی وفات کی خبر وحشت اثر درج تھی۔ اس کو معلوم کر کے بہت صدمہ ہوا۔ اگرچہ مرحوم نے بفضلہ تعالیٰ بڑی عمر پائی تھی اور عمر طبعی سے تجاوز کر گئے تھے مگر خاندان میں سب سے بڑے وہی تھے۔ ہم سبھوں پر ان کا سایہ عظیم الشان نعمت تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمتوں سے اور مغفرتوں سے نواز دے۔ آمین۔

میں ان شاء اللہ ۱۲، فروری کو یہاں سے روانہ ہو کر ۱۳، فروری کی شام یعنی رات کے ساڑھے بارہ بجے پنجاب ایکسپریس میں اکبر پور پہنچوں گا۔ بھاوج صاحبہ (یعنی خوشدامن صاحبہ) ساتھ ہوں گی۔ اس لیے آپ اسٹیشن پر ایک موٹر کار کا انتظام رکھیں۔ دعوت صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴، ص ۲۹۵)

دعائے مغفرت

حضرت مولانا محمد الیاس مظہری خطیب علی پور چٹھہ (گوجرانوالہ) کے سر قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

ابطالِ باطل　　قسط: 63

ماہ نامہ ''افکارِ العارف لاہور'' کے جواب میں

تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

''دعائے صنمیٔ قریش'' جیسی فرقہ وارانہ اور نفرت انگیز کلماتِ بدکو کو اوّل تو ''دعا'' کہنا ہی سلیم فطرت انسان کی طبیعت پر بوجھ ہے مگر ہم ''مرتے کیا نہ کرتے'' کے تحت اس پر قدرے تفصیلی بحث لکھنے پہ اس لیے مجبور ہوئے کہ شیعی اصطلاح میں اسے ''دعاء'' ہی کہا جاتا ہے۔ بلکہ اس فرقہ میں ہر منفی چیز کو مثبت کے معنی میں لے کر ''عبادت و دعا'' کا درجہ مل جاتا ہے۔ مثلاً جس طرح جھوٹ کو ''تقیہ'' جنسی بے رہروی کو ''متعہ'' اور گالی گلوچ کو ''تبرا'' وغیرہ کی رافضیانہ بیساکھیاں دی گئی ہیں، ایسے ہی ''تبرا'' پر تقدس کا خول چڑھانے کے لیے امامی علماء نے اسے ''دعاء'' کا نام دے کر وظائف کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ جس کا نمونہ ہمارے قارئین گذشتہ ماہ کے شمارہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس قسم کی دعاؤں کو ''وظائف الابرار'' اور ''تحفۃ العوام'' جیسی کتابوں میں شامل کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ مرنے سے قبل یہ وصیّت کر گئے کہ پسِ مرگ ہمارے ایصالِ ثواب کے لیے دعائے مغفرت، تلاوتِ قرآن مجید اور صدقہائے جاریہ کے دیگر شرعی ذرائع اختیار کرنے کی بجائے صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینے کا اہتمام کیا جائے، پھر ان کی وصیّت پر عمل بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ مولانا ناصر عباس ملتانی کی یاد میں ''دعائے صنمیٔ قریش'' تقسیم کی گئی، یعنی آپ کہہ سکتے ہیں کہ امامی علماء قبر و حشر میں اپنی نجات کے حوالہ سے ''رحمت'' کی بجائے ''لعنت'' پہ یقین رکھتے ہیں۔ جن لوگوں کی کُل متاعِ فکر و نظر رونے دھونے سے لے کر لعن وطعن کے جوہڑ میں بہہ جائے، اُن سے متانت و تہذیب یا شائستگی و شیفتگی کی توقع رکھنا ایک امرِ فضول ہے۔ ہمارے قارئین حیران ہوں گے ہر دور میں امامی علماء نے غیر مذاہب کو اسلام پر جگ ہنسائی کا موقع دیا اور تعلیماتِ اہل بیت کا اس قدر تمسخر اڑوایا کہ ''بے وقوف دوست سے دانا دشمن بہتر ہے'' کا محاورہ زبانِ خلق پہ عام ہوگیا۔

جولائی ۱۹۳۸ء کے زمانہ کی بات ہے کہ ''جونپور'' شہر میں اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین متنازعہ جلوسوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سبّ وشتم کے حوالہ سے اختلاف پیدا ہوگیا، اور معاملہ رفتہ رفتہ بڑھتے ہوئے عدالتوں تک جا پہنچا۔ شیعہ علماء کے مطابق عدالتی فیصلہ ان کے حق میں ہوگیا اور جونپور کے ہندو جج ٹھاکر پرشاد دوبے نے یہ فیصلہ دے دیا کہ امامیوں کو جلوس میں گالیاں دینے اور لعنتیں کرنے کی اجازت ہے اور یہ اجازت کیوں نہ ملتی؟ اس لیے کہ برطانوی اقتدار کا چراغ ٹمٹمار رہا تھا، تحریک قیام پاکستان اپنے شباب پر تھی اور تقسیم برصغیر کا فیصلہ نوشتہ دیوار تھا، ان حالات میں برطانوی سامراج ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے اپنے پرانے فلسفہ کو مستقبل میں زندہ رکھ کر اپنی ساکھ باقی رکھنے کی فکر میں تھا، چنانچہ اُسی زمانہ میں ماتمی جلسوں کے پرمٹ جاری کیے گئے، سکھوں، ہندوں اور مسلمانوں کو باہم گھتم گھتا کر دیا گیا، اہل سنت میں بھی غلط فہمیاں پیدا کر کے نفرتوں کی دیواریں حائل کی گئیں، سیاسی و اشتعالی جماعتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں، جن کی المناک اور عبرتناک طویل ترین داستانیں تاریخ برصغیر کے ماتھے پہ درج ہیں، تاہم ان تمام تر طوفانوں اور آندھیوں میں جرأت و حمیت کا چراغ جلتا رہا، اور یہ چراغ گھی یا تیل سے نہیں، مسلم نوجوانوں کے خون سے روشن تھا، اور پھر ان کی مخلصانہ قربانیوں کی بدولت پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا، اس ساری جدوجہد میں امامی علماء کی کُلفت اور کرب یہی رہا کہ ہماری ''لعنتوں'' کو قانونی حیثیت دی جائے۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہوجائے، تفریق امت اور انتشارِ ملت سے ہمارا کیا لینا دینا؟ بس ''لعنتیں'' گونجتی رہیں اور ہم مذہب کے نام پر نئے پاٹ تجویز کر کے خونی کھیل کھیلتے رہیں، ان حالات میں اگر ہندو مُنصف ''ٹھاکر پرشاد دوبے'' نے اہل تشیع کے حق میں فیصلہ دے دیا ہو تو کچھ امر بعید نہیں ہے۔ مگر اس عدالتی کارروائی کے دوران امامی علماء نے جس بھونڈے انداز میں اپنے دعوے بذریعہ وکلاء قلمبند کروائے تھے وہ آج بھی ملت تشیع کے ماتھے پر بدنما داغ ہے۔ مگر امامی علماء فرماتے ہیں کہ یہ اہل سنت کی نظروں کا فریب ہے جو اُنہیں لعنتوں جیسا ہمارا محبوب قشقہ ''بدنما داغ'' نظر آتا ہے۔ اُس فیصلہ کو سید آقا جعفر نقوی کھجوی صاحب نے ''فیصلہ تبرّا'' کے نام سے شائع کروایا تھا، اس کی چند عبارات آپ ملاحظہ فرمائیں، تو ''دعائے صنمیٔ قریش'' جیسے امامی وضع کردہ وظائف کی شکل وصورت سے مزید پردہ اٹھتا ہے چنانچہ ''شیعہ اور سُنی'' اختلاف کی بنیادی وجوہ بیان کرتے ہوئے امامی قلمکار نے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ

یہ بیان جمع کروایا تھا کہ

''حضرت عائشہ اس وقت خاندان رسالت مآب ﷺ میں نمایاں فرد تھیں اور ان کا اثر اور دباؤ جناب رسالت مآب ﷺ پر خصوصاً ان کے اخیر زمانہ میں بہت تھا، جب کہ عائشہ کی وفاداری جناب رسالت مآب ﷺ کی نسبت مشتبہ ہوگئی تھی۔ یہ (علیؓ) حضرت عائشہ کے خلاف ہوگئے تھے، یہ انہوں نے کسی اور وجہ سے نہیں کیا، سوائے اس کے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی حتی الامکان خدمت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ نے اس دشمنی کو اپنے دل میں رکھا اور جب موقع آیا تو انہوں نے اپنا پورا اقتدار حضرت علیؓ کے خلاف صَرف کر کے ان کو معزول کر دیا، اور اپنے باپ حضرت ابوبکر کا، جو اس وقت ایک بااثر آدمی تھے، تخت خلافت کے لیے انتخاب کرا لیا اور اس صورت سے حضرت علیؓ کے تمام حقوق کو پامال کر دیا۔ جناب رسالت مآب اور ان کے اسلام کے نہایت ہی وفادار معتقدین نے اس ناانصافی کی زحمتوں کو سختی سے برداشت کیا، اس گروہ (شیعہ) کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت علیؓ بھی ایسے شخص ہیں جو خلافت پانے کے مستحق ہیں اور یہی وہ آدمی ہیں جن کا اعتقاد ہے کہ یہ حضرت علیؓ کا پیدائشی حق تھا اور ان کی اولاد کو اسلام کی مذہبی اور سیاسی سرداری پر فائز ہونا چاہیے تھا اور تینوں خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان حق خلافت میں غاصب تھے اور وہ سب حضرت علیؓ کے جائز وراثت کے چھیننے کے مجرم تھے اور یہی فرقہ تھا جو بعد میں شیعہ، یعنی دوست یا ساتھی کے نام سے موسوم ہوا۔'' (فیصلہ تبرا، (تنازع جونپور) جولائی ۱۹۳۸ء، ناشر دفتر ''اصلاح'' کھجوا، صوبہ بہار)

حضرت علیؓ کے بغیر نبوت کا مشن اور کارِ اصلاح ضائع تھے

اسی ''فیصلہ تبرا'' میں امامی زعماء نے بڑے تفاخر سے عدالت میں یہ بیان بھی ریکارڈ کروا دیا کہ

''صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ رسالت مآب ﷺ کی طاقت کو مستحکم کرنے والے تھے۔ کونسل آف چیمبر میں عقلمند اور میدانِ جنگ میں بہادر سپاہی تھے۔ انہی کی تلوار سے خندق، احد، بدر، اور خیبر کی اہم فتوحات ہوئیں، اگر یہ فتوحات نہ ہوتیں تو جناب رسالت مآب ﷺ کی تبلیغ، مشن بالکل ابتداء ہی میں پامال ہو جاتی اور دنیا سے ایسی اصلاح جو تاریخ انسانیت میں بے مثال تھی وہ ضائع ہو جاتی۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی دنیاوی طاقت حضرت علیؓ کے مستحکم کرنے کی بدولت اس قابل ہوئی کہ اسلام کا پیام حالت طفولیت میں دیا جائے۔ اس وجہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ سب سے زیادہ مستحق و قابل تھے۔'' (ایضاً صفحہ نمبر ۷)

جوازِ لعنت

''فیصلہ تمرا'' میں امامی علماء کا یہ بیان کس قدر شرمناک ہے کہ

''شیعوں کا پہلے تین خلفاء پر نفرتیں کرنا اور لعنت بھیجنا اُن کے پختہ ایمان اور اعتقاد کے بموجب ہے جو کہ صدیوں سے رسومات اور عملی کارروائیوں پر مبنی ہے۔ لعنت کہنا سوائے اس اظہار کے اور کچھ نہیں ہے کہ خدا کی رحمت ان لوگوں سے منقطع ہو جائے اور خدائے قادر سے یہ اپیل کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کو مناسب سزا دے، قاتلانِ حسینؓ اور تینوں خلفاء اب زندہ نہیں ہیں، تو پھر سوائے اس کے اور کونسی ممکن صورت ہو سکتی ہے کہ جس شیعہ امن و امان کے ساتھ اُن تاریخی ناانصافیوں کا بدلہ لیں جو ان کے بارے میں اور ان کے پیشواؤں کے بارے میں ہوئیں کہ وہ مسکین اور انکساری سے قادر مطلق کی جناب میں اس سے بروزِ قیامت مناسب انصاف کرنے کی اپیل کریں۔'' (ایضاً صفحہ نمبر ۲۸)

کیا ''تبرا اور لعنت'' حقیقت شناسی کا پتہ دیتے ہیں؟

''پنڈت ٹھاکر پرشاد دوبے'' کے اس فیصلے پر امامی علماء کا رقص کناں ہونا ایک فطری امر تھا، ظاہر ہے طوائف کو اگر ناچنے کا قانونی پروانہ مل جائے تو وہ اپنے فن کا زیادہ ''تمرا'' مظاہر کر سکتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ فیصلہ پر جناب آغا جعفر صاحب نقوی نے ایک طویل مُسرت بھرا تبصرہ کیا تھا، اس کی چند سطور بھی ملاحظہ فرماتے جائیں کہ امامی علماء پاکانِ امت پر لعن وطعن کرنے کے لیے کس طرح بہ وقتِ ضرورت ''بندے ماترم'' اور ''ست سری اکال'' تک کا نعرہ لگانے پہ تیار ہو جاتے ہیں۔ آغا صاحب لکھتے ہیں:

''تبرا اور لعن کے متعلق منصف صاحب شہر جون پور (ٹھاکر پرشاد) کے فیصلے سے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور حقیقت شناس نظر کا پورا پتہ ملتا ہے۔ تبرا پر شروع سے آج تک ہر انسان، ہر قوم، ہر جماعت اور ہر ملک کا عمل رہا ہے اور اس وقت بھی ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر شخص برا ہو یا برا کام کرے، ان سے الگ رہا جائے، آج ایک ملک کی طاقت دوسرے لوگوں پر زیادتی کرتی ہے اور کمزور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ اس سے ہر بات میں علیحدگی اختیار کرتے ہیں، اسی کو انگریزی میں Non Contection عربی میں ''تبرا'' اور اردو میں ''الگ'' ہونا کہتے ہیں۔ مثلاً اٹلی نے طرابلس پر زیادتیاں کیں تو اکثر مقامات کے مسلمانوں

نے اس سے ہر بات میں علیحدگی کی یہی شیعہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے ان پر یا ان کے پیشوایان۔ ین یا ارکان مذہب پر حملہ کیا ہے یا ان پر ظلم وتعدی کی، ان سے تبرا کرتے ہیں یعنی الگ رہتے ہیں، کہ ان کو مانتے ہیں نہ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ خدا کا تبرا یہ ہے "براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین' انبیاء کا تبراء "واذقال ابراھیم لابیہ وقومہ اننی براء مما تعبدون" میں اور قیامت والوں کا تبرا بھی اذ تبراء الذین اتبعوا من الذین اتبعوا وَرَاَوُ العذاب الخ۔ میں موجود ہے۔" (فیصلہ تبرا، صفحہ نمبر ۴۴، مطبوعہ ۱۹۳۸ء، دفتر "اصلاح" کھجوا، بہار)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امامی علماء کو لعنت وتبرا سے کتنا شغف ہے اور کس طرح یہ دور از قیاس وعقل من گھڑت دلائل کے ساتھ اپنے اس "وظیفہ" کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "فیصلہ تبرا" نامی اس کتاب کی دی گئی عبارات کا یہاں جواب مقصود نہیں ہے اور نہ ہی یہ جاہلانہ ہفوات اس قابل ہیں کہ ان کے جواب میں وقت ضائع کیا جائے۔ اس لیے تو یہ تبرائی شورا شوری میں اپنی اعتقادی گاڑی کو دھکا لگا کر تکفیری اور بغیضی ماحول پیدا کرتے ہیں اور افتراق اُمت کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے انہیں یہودیوں، عیسائیوں، سکھوں، مجوسیوں اور ہندوؤں سے بھی اشیر باد مل جائے تو بسر وچشم قبول کرتے ہیں۔ ایک زمانہ میں گاندھی جی کے نام "آل انڈیا شیعہ کانفرنس" کے مذہبی آرگن "سرفراز" نے کھلی چٹھی شائع کی تھی، گاندھی جی کے نام اس کھلی چٹھی میں جابجا صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کی گئی تھی اور گاندھی کو باور کروایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے ہاں نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی عظمت وتکریم نہیں ہے اور یہاں تک لکھا کہ آپ نے پیغمبر اسلام کے حالات سُنیوں کی کتابوں میں پڑھے ہوں گے، صحابہ کے کارنامے تاریخوں میں پڑھے ہوں گے، اس لیے اسلام کے متعلق آپ کی کوئی اچھی رائے نہ ہوگی وغیرہ وغیرہ، اس کے جواب میں امام اہل سنت علامہ عبدالشکور لکھنویؒ نے اپنے رسالہ "النجم" میں بھرپور تردیدی مضامین لکھے تھے اور پاکستان میں جناب علی مظہر نقوی مرحوم نے امام اہل سنتؒ کے اضافی حواشی کے ساتھ اہل تشیع کا وہ خط بنام "گاندھی جی کے نام کھلا خط" ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کروا کر تقسیم کیا تھا۔

''تحفہ اثنا عشریہ'' میں دعاء صنمیٔ قریش کا ذکر

خاندان حضرت شاہ ولی اللہؒ کے چشم و چراغ اور گلِ سر سبد حضرت علامہ مولانا الشاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ اپنی رفض شکن، شہرآفاق کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں بھی امامی علماء کی خود ساختہ اس دعا کا تذکرہ کرتے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خطہ برصغیر میں یہ منحوس کلمات بطور دعا ان کے ہاں صدیوں سے رائج ہیں۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب رقم زن ہیں۔

''آنکہ بعضے از فصحائی ایشاں دعائی وضع کردہ اند در لعن و طعن خلفا ثلاثہ و آں دعا را نسبت با میر المومنین نمایند و گویند دعاءِ قنوت آنجناب بود و آں دعائیست مشہور نزد ایشاں بہ دعائی صنمی قریش، زیرا کہ دراں دعا شیخین را بصنمیٔ قریش یاد کردہ است، میگوید اللھم العن ۔ الی آخر لہذیان۔'' (تحفہ اثنا عشریہ فارسی صفحہ نمبر ۵۸، کید پنجاہ و ہفتم، مطبع نول کشور)

ترجمہ: ''ان رافضیوں میں کوئی چرب زبان (فصیح اللسان) شخص ایسی دعا اپنی طرف سے گھڑ لیتا ہے کہ جس میں تینوں خلفاء راشدین کی شان میں گستاخی، دریدہ دہنی اور لعن طعن ہوتا ہے۔ وہ اس دعا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ آپ کی دعائے قنوت یہی تھی۔ انہی دعاؤں میں سے ایک وہ دعا بھی ہے جسے یہ لوگ ''دعاء صنمیٔ قریش'' کے نام سے مشہور کیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس دعا میں حضرات شیخین کریمینؓ کو ''قریش کے دو بت'' کا نام دیا گیا ہے۔''

بہرحال عبد اللہ بن سباء نے اپنے یہودی آقاؤں کی وساطت سے جو بغض و عناد کی اینٹ رفض و بدعت کی بنیاد میں رکھی تھی آج اس بنیاد کے اوپر نفرتوں، عداوتوں اور رقابتوں کی ایسی عمارت کھڑی ہو چکی ہے کہ اس ''ایوانِ تکفیر'' کے در و بام سے سوائے لعنتوں اور گالیوں کے اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی اور اگر اپنا بھرم رکھنے کے لیے یہ علم و کتاب کی جانب آتے بھی ہیں تو انہیں بھی کچھ اہل سنت ہی کے ذخیرہ علم سے میسر ہوتا ہے تاہم ان کا کردار اس قدر ضرور ہے کہ یہ اہل سنت کتب کی عبارات میں کبھی ترمیم، کبھی تحریف، کبھی تحذیف اور کبھی تخریب کاری کے کرشمے دکھا دیتے ہیں اور رافضیانہ ملمع سازی سے معانی و مفاہیم ادل بدل کر تلبیسات کے اندھیرے گہرے کرتے رہتے ہیں اور پھر اہل سنت ہی ان تلبیسی اندھیروں میں حقیقت کے چراغ روشن کر کے ان کے مکر و فریب کے پردے چاک کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ مذکورہ تبرائی وظیفہ علامہ باقر مجلسی نے بھی اپنی معروف کتاب ''بحار الانوار'' جلد نمبر ۸۵ میں مزید اضافے کے ساتھ درج کیا ہے۔ علامہ موصوف چونکہ اپنی زہریلی طبیعت کی بناء پر شہرت رکھتے ہیں، چنانچہ دو، چار گالیوں سے اُن کے باطن کی آگ مشکل سے ہی بجھتی تھی۔ انہیں مجبوراً ایک آدھ صفحہ لعنتوں اور گالیوں کے لیے وقف کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے انہوں نے ''دعائے صنمی قریش'' بہت کچھ اضافہ کے ساتھ پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی شارحین کتب امامیہ نے اس پر تفصیلی بحث کر کے بزعم خویش اپنا ایمان تازہ کیا ہے۔ جن الفاظ کو پڑھ کر گئے گذرے مسلمانوں کے ضمیر بھی تھرّا اٹھتے ہیں، وہی الفاظ امامی علماء کے ہاں اوراد و وظائف شمار ہوتے ہیں۔ ایک عرب عالم جناب ممدوح الحربی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

دعاء صنمی قریش...... وقد اهتم علماء الشيعة الامامية بهذا الدعاء اهتماماً بالغاً، حيث قاموا بشرحه حتى بلغت شروحه اكثر من عشر شروح، منهم. شرح الامام الكفعمى فى كتابه البلد الامين. والكاشانى فى علم اليقين والنورى الطبرسى فى فصل الخطاب، والطهرانى الحائرى فى مفتاح الجنان، والكركى فى نفحات الاهوت، والمجلسى فى بحار الانوار، والتسترى فى احقاق الحق، والحائرى في كتابه الزام الناصبى "والمقصود بالناصبى: هوالسُّنى" ووضعوا له كذباً وزوراً وبهتاناً فضائل و محاسن، ومن هذه الفضائل ان من قرأة مسرة واحدة " كتب الله له سبعين الف حسنة، ومحاعنه سبعين الف سيئة "۔ ورفع له سبعين الف درجة، ويقضى له سبعون الف الف حاجة وان من يلعن ابابكر و عمر فى الصباح لم يكتب عليه ذنب حتى يمسى، ومن لعنهما فى المساء ولم يكتب عليه ذنب حتى يصبح۔

(مُجملُ عقائدِ الشيعة فى ميزان اهل السُّنّةِ والجماعة، صفحه نمبر ۶۰۔۶۲۔ الطبعة الاولیٰ ۱۴۳۲ھ۔۲۰۱۱ء۔ الفا۔ للنشروالتوزيع۔ مصر)

''اس دعاء صنمیٔ قریش'' کا شیعہ امامیہ کے ہاں مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کی شرح لکھنے بیٹھے تو کم و بیش دس شروحات میں اس کی تفصیل لکھ دی جن میں امام کفعمی کی کتاب ''البلدالامین''، کاشانی کی علم الیقین، نوری طبرسی کی ''فصل الخطاب'' طہرانی کی

''مفتاح الجنان'' کرکی کی نفحات الاھوت'' علامہ مجلسی کی بحارالانوار، قاضی شوستری کی احقاق الحق اور حائری کی الزام الناصبی وغیرہم شامل ہیں (اور ناصبی سے ان کی مراد سُنی ہوتے ہیں) اور اس کے متعلق انہوں نے صریح کذب وجھوٹ پر مبنی فضائل ومحاسن بھی گھڑ رکھے ہیں۔ مثلاً جو کوئی اس دعاء کو ایک بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ستر ہزار نیکیاں درج کریں گے، ستر ہزار گناہ معاف ہوں گے، ستر ہزار درجات بلند ہوں گے اور ساتھ ساتھ ستر لاکھ حاجات بھی پوری ہوں گی اور جو کوئی حضرات شیخینؓ پر صبح کے وقت لعن طعن کرے گا، شام تک اس کے کھاتے میں گناہ درج نہیں ہوں گے اور شام کو ایسا کرے گا تو صبح تک گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔ الخ'' بعض علماء عرب نے اس دعاءِ مردودہ کی شیعی شروحات پر بھی بحثیں کی ہیں (مثلاً محمد بیومی نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الشیعۃ وھل یمکن تقاربھم مع اہل السنۃ، صفحہ نمبر ۳۶۴، مطبوعہ دار الغد الجدید۔ مصر، وغیرہ میں)

کتاب ''نصیحۃ الشیعہ'' اور امامی ترجمان کی بے چینی

قارئین کرام! اب جس امامی ترجمان کو ہم سے واسطہ پڑا ہے۔ بدقسمتی سے کذب بیانی اور خللِ ذہنی میں وہ مکمل طور پر اپنے پیش روؤں کے قدم بقدم ہیں۔ جب انہیں دلیل کا جواب نہیں سوجھتا تو وہ کتابت کی غلطی یا کسی عالم کے تسامح وسبقت قلمی کو اپنے اعتراض کی بنیاد بنا کر ڈائیلاگ مارنے پر اتر آتے ہیں اور جامعۃ الکوثر کے طلبہ میں اپنے آپ کو ''صدر المحققین'' کہلوا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ حضرت مولانا احتشام الدین رحمہ اللہ صاحب مُرادآبادی کی معروف کتاب ''نصیحۃ الشیعہ'' کے حصہ اول میں کتاب روضہ کافی کی ایک روایت درج کی گئی ہے۔ وہ عبارت اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے یوں ہے:

> ''علماء شیعہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نجات کے لیے صرف محبت کافی ہے۔ یہی ایمان ہے، یہی عمل ہے، نماز روزہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی لیے وہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوحہ وشیون اور طعنِ صحابہؓ کے اور کچھ بھی نہیں سکھاتے۔ کافی، کتاب الروضہ میں برید بن معاویہ سے روایت ہے ''قال ابوجعفر علیہ السلام وھل الدین الا الحب'' فرمایا امام باقر علیہ السلام نے، نہیں ہے دین مگر محبت۔ (نصیحۃ الشیعہ صفحہ نمبر ۲، طبع ثانی ۱۳۵۵ھ عمدۃ المطابع لکھنؤ)

یہ کتاب ''نصیحۃ الشیعہ'' مولانا احتشام الدین مرادآبادی کے علم وفضل کا شاہکار ہے، اس کتاب کو تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے جس میں امامت، تقیہ، تحریف قرآن مجید اور فدک جیسے مباحث پہ سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اس کتاب کو یادگار امام اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالشکور

فاروقی لکھنوی۔ آہ!

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

آپؒ نے کچھ حواشی کے ساتھ اپنے مطبع سے شائع کروایا تھا اور قیام پاکستان کے بعد یہ کتاب مکتبہ صدیقیہ ملتان نے شائع کی تھی۔ مولانا احتشام الدین مراد آبادی رحمہ اللہ نے شیعہ مذہب کی مندرجہ بالا روایت درج کرتے ہوئے ایک راوی ''یزید بن معاویہ'' درج کیا ہے۔ ہمارے مخاطب امامی ترجمان کا کہنا ہے کہ راوی کا نام ''بُرید بن معایہ'' ہے۔ ان کے بقول علماء اہل سنت تحقیق کے میدان میں جان کاہی اور جگر کاوی نہیں کرتے، بس ایک دوسرے سے دیکھا دیکھی لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ہم پہلی بات تو اپنے مخاطب کے علمی ظرف کے مطابق یہ کہیں گے کہ آپ کے اسی اعتراض کردہ سطور ہی میں لکھا ہوا ہے کہ

''سلفی صاحب کے ممدوح امام اہل سنت عبدالشکور لکھنوری نے ایک غیر مقلد عالم احتشام الدین مراد آبادی کی ایک کتاب ''نصیحۃ الشیعہ'' کو اپنے ''ممکوکہ'' مطبع۔ الخ۔ (العارف نومبر ۲۰۱۴ء، صفحہ نمبر ۴۷)

اگر ہم کہیں کہ آپ نے لفظِ مملوکہ کو ''مموکہ'' درج کیا ہے اور پھر ساتھ ہی لفاظی کرنے اور کلوخ اندازی کرنے بیٹھ جائیں کہ صاحب یہ ہے جامعۃ الکوثر کا جاہل مطلق ''صدرالمحققین'' کہ جسے ''مملوکہ'' لکھنا بھی نہ آیا...... تو ظاہر ہے علمی دنیا میں ہماری یہ بات لائق تسلیم اس لیے نہیں ہوگی کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اور تصحیح کرنے والے کی زیادہ زیادہ غفلت یا بھول چوک کہی جائے گی۔ بالکل ایسے ہی لفظ یزید اور ''بُرید'' چونکہ رسم الخط میں کافی تک مماثلت رکھتے ہیں تو بہت ممکن ہے یہ کاتب کی لغزش ہو۔ علاوہ ازیں اس کتاب ''نصیحۃ الشیعہ'' کے صفحہ نمبر ۶۸ پر کتاب الروضہ، کافی کی روایت میں ''یزید بن معاویہ'' کی روایت لائی گئی ہے۔ نیز شیعہ راویوں میں بُرید بن معاویہ کے علاوہ آخر ''یزید'' نام کے راوی بھی تو کافی سارے موجود ہیں جن کی روایات کتب اربعہ کے اندر ہیں مثلاً یزید بن عبداللہ یزید کناسی، یزید بن حماد، یزید بن حاطب، یزید بن زمعۃ، یزید بن السکن الانصاری، اور یزید بن نویرہ حارثی وغیرہ وغیرہ، تو ایسے میں بالفرض کوئی ''بُرید'' لکھنے میں ''یزید'' سے بدل گیا ہو تو اس میں آپ کو فائدہ کیا ہے اور ہمیں نقصان کیا ہے؟ بلکہ ہم سمجھتے ہیں امامی ترجمان نے یہ اعتراض کر کے اپنی ہی شہ رگ پہ نشتر زنی کی ہے کیونکہ راوی یزید نہ سہی، بُرید ہی سہی، مگر باپ تو ''معاویہ'' ہی

ہے۔ معلوم ہوا معاویہؓ سے آپ کی جان کی خلاصی آج تک نہ ہوسکی اور نہ کبھی ہو سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ اسے کتابت کی غلطی کی تصحیح کا مشورہ دے دینا چاہیے تھا، تاکہ ایک مناسب بات ریکارڈ پہ آجاتی، مگر ہمارے مخاطب موصوف کو تو شیخی بگھارنے کا موقع مل گیا، یہ الگ بات ہے کہ وہ اسی موقع پر ہی اپنا سبھی کچھ گنوا بیٹھے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”محققین کی تحقیق کی داد دیجیے کہ یہ عجیب انداز ہے کہ ایک محقق نے یُزید بن معاویہ کو دیدودانستہ ”یزید بن معاویہ“ بنا ڈالا تا کہ یہ باور کیا جاسکے کہ شیعہ بھی یزید بن معاویہ سے روایت لیتے ہیں اور اس کی روایت پہ اعتماد کرتے ہیں، اس طرح کے بے بنیاد الزامات لگا کر اہل تشیع کو بدنام کیا جائے لیکن ہر قاری اس وقت محوِ حیرت ہوتا ہے جب دوسرے محقق ”امام اہل سنت“ کی انوکھی تحقیق کا مطالعہ کرتا ہے، انہوں نے یہ پخ لگائی کہ یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ صاحب بھی یزید ہی کو قاتلِ حسین رضی اللہ عنہ جانتے تھے، ویسے پروپیگنڈے کے لیے شیعوں پر قتل کا الزام لگاتے ہیں۔“ (افکار العارف لاہور صفحہ نمبر ۲۷، نومبر ۲۰۱۳ء)

موصوف کی اپنی عبارت میں ہی ان کا جواب موجود ہے۔ وہ یوں کہ جب امام اہل سنت علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے خود ہی وضاحت فرمادی کہ یہ ”یزید قاتل حسین رضی اللہ عنہ نہیں ہے“ تو یہ اعتراض خود بخود رفع ہو گیا کہ مصنف ”نصیحۃ الشیعہ“ نے اہل تشیع کے ذمہ بدنامی لگانے کے لیے یزید بن معاویہ لکھا تاکہ باور کروایا جاسکے کہ شیعہ بھی یزید سے روایت لیتے ہیں۔ یہ نہایت احمقانہ اعتراض ہے۔ یزید بن معاویہؓ سے خود اہل سنت محدثین نے روایت نہیں لی تو انہیں آپ کی فکر کی کیا ضرورت تھی کہ جن کے امت مسلمہ پر یزید جتنے ہی مظالم کی داستانیں موجود ہیں۔

”نصیحۃ الشیعہ“ کا ایک شیعی رَد، جس نے امامیوں کو شرمندہ کر دیا

ہمارے مخاطب موصوف کو اگر اپنے اوپر مہارت فن کا زعم ہو ہی گیا تھا تو پھر قرینِ انصاف یہ تھا کہ وہ اپنے اسلاف کا وہ کارنامہ بھی بطور فخر بیان کر دیتے جنہوں نے کتاب ”نصیحۃ الشیعہ“ کا جواب لکھنے کی سعی کی تھی، اور جواب لکھنے والوں کو اس قدر اپنی پست ہمتی کا احساس تھا کہ انہوں نے جوابی کتاب پر بطور مصنف اپنا نام تک لکھوانا گوارا نہ کیا۔ اب ہماری نوک قلم پہ یہ بحث آ ہی گئی تو نامناسب نہ ہوگا کہ ہم اس پر قدرے روشنی ڈال دیں کہ جوش وتیقن سے لکھی جانے والی اُس کتاب، اس کے مصنف اور متبعین کا معیار کیا رہا؟ (جاری ہے)

[کنزِ مدفون] ترتیب واملاء وحواشی: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

مکاتیبِ قائد اہل سنت

(مسلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسترشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین ومریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسبِ ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اور ان کے نام سے ہی وہ خط شاملِ اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہو تو وہ اصل یا صاف ستھری فوٹو کاپی ارسال فرما کر اس کارِ خیر کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

بنام مولانا مخلص عبداللہ (بلکسر)[1]

(۲۱۳) سائل: بخدمت حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

درج ذیل باتوں کی تحقیق مطلوب ہے۔

① اگر کوئی سودی رقم موجود ہو تو اس کا کیا کیا جائے؟

② اگر بے ریش لڑکا اذان دے تو کیا اذان واجب الاعادہ ہوگی؟

③ مولوی محمد بشیر صاحب سے میں نے سوالات کیے تھے مگر وہ ٹال مٹول کر گئے۔ ان کا کوئی مسلکی روپ متعین نہیں ہے۔ تھوہا بہادر کے ساتھیوں نے بھی اسے آئندہ جلسہ میں نہ آنے کا کہہ دیا ہے لیکن آپ بھی اگر اس کو سمجھا دیں تو ان کو ہمارے جلسوں میں آ کر لوگوں کے عقائد خراب کرنے کا موقع نہ ملے گا۔

والسلام

---

(۱) تحریک خدام اہل سنت چکوال کے امیر، مرکزی جامع مسجد بلکسر کے منتظم وخطیب، سُنی تحریک الطلبہ کے بنیادی محرک، قائد اہل سنتؒ کے دیرینہ عقیدتمند اور مذہبی، سیاسی وتحریکی اعتبار سے فعال شخصیت ہیں۔

(جواب)

سلام مسنون!

① بینکوں کا معاملہ صحیح شرعی معیار پہ نہیں ہے لہٰذا پرہیز بہتر ہے۔ سودی رقم مسجد پر تو بالکل ہی نہ لگائی جائے اور نہ ہی مدرسہ پر! البتہ رفاہِ عامہ کے لیے سڑکوں، گلیوں وغیرہ پر لگا دی جائے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کسی مستحق نادار کو بھی دی جاسکتی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ ثواب کی امید بالکل نہ رکھی جائے۔ واللہ اعلم۔

② بے ریش کی اذان کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں، اذان ہو جاتی ہے۔ تاہم کسی بے ریش کو مستقل طور پر موذن بنالینا مناسب نہیں ہے۔

③ میں تو مولوی بشیر کو نہیں جانتا، آپ نے ٹھیک کہا ہے۔

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

---

(۲۱۴) سائل! بخدمت حضرت اقدس مدظلک۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

① عرض ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں ''جشن نزولِ قرآن'' کے سلسلہ میں تقریب منعقد کی جاسکتی ہے؟ لفظ جشن میں کوئی قباحت تو نہیں؟

② سُنی تحریک الطلبہ کا ایک اجلاس بروز بدھ امدادیہ مسجد میں احباب نے منعقد کیا ہے۔ جس میں قاری نور عالم صاحب خطاب کریں گے۔

③ کل صبح کالج کی دیوار پر لکھائی کی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ والسلام

سلام مسنون!

① جشن کی بجائے کوئی اور لفظ ہو جائے تو بہتر ہے کیونکہ عرفاً یہ لفظ ہر جائز و ناجائز موقع مسرت پہ استعمال ہوتا ہے۔

② ٹھیک ہے، سنی تحریک الطلبہ کا اجلاس ہونا چاہیے۔

③ لکھائی بہت ضروری ہے۔

والسلام ...... خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ

۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(۲۱۵) سلام مسنون!

میری صحت کمزور ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ تا حال ملاقات نہ ہو سکی، آپ روزانہ دفتر آتے جاتے رہیں، باقی طلبہ کا بھی آنا جانا رہے گا۔ افتخار صاحب دو مقامات پر گئے تھے، پھر ان کو کھاریاں جانا ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ طلبہ کو مضبوط کیا جائے۔ منظم کیا جائے اور تحریک کے مقاصد سمجھائے جائیں۔ آپ بھی ان کے ساتھ چلے جائیں تو آپ دوسرے طلبہ سے مل کر پروگرام بنا سکیں گے۔ ابھی نائب ناظموں کا انتخاب باقی ہے، سوچ رہا ہوں۔ والسلام ...... خادم اہل سنت

---

(۲۱۶) سلام مسنون!

① ان شاء اللہ جلسہ میں حاضری کی کوشش کروں گا۔ مدعوین ٹھیک ہیں۔ پرچم ٹھیک ہے، ایک پرچم اس قسم کا تیار کروالیں تو پھر صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

② ...... کا خط پڑھا، وہ جذباتی آدمی ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ ہر جگہ کی اپنی مشکلات ہوتی ہیں۔ افراد سازی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پہلے اب تک مولوی عبدالحیٔ صاحب سے رُوٹھا رہا ہے اور شکائتیں کرتا ہے۔ گوجرانوالہ کے اجلاس میں بھی اس لیے نہیں آیا کہ مولوی ...... نے ایک قاری صاحب کو ہٹا دیا تھا۔ والسلام ...... خادم اہل سنت

---

(۲۱۷) برادرم مخلص عبداللہ صاحب۔ سلام مسنون۔

حالات معلوم ہوئے۔ آپ کھچیاں جائیں اور حالات کا جائزہ لے لیں، کسی کے ناظم ہونے کا فیصلہ ابھی نہ کریں۔ مولوی حبیب بخش اور قاری جاوید کی باہمی مخالفت ہے۔ یہ کس طرح اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

② ...... کی کانفرنس میں ہمارا جانا ٹھیک نہیں، یہ محض سیاسی دکھلاوا ہے۔ ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کام کیسا ہو رہا ہے؟ گوجرانوالہ کے کسی بندے نے بتایا کہ کانفرنس کے صرف اشتہاروں پر چھبیس ہزار روپے خرچ کیے گئے ہیں۔ اللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

والسلام ...... خادم اہل سنت غفرلہ

---

(۲۱۸) سلام مسنون!

کل مولانا جہلمی کے ساتھ پرچم کے متعلق بات ہوئی تو انہوں نے پسند کیا، البتہ آپ کے تجویز کردہ بیج کے بارے انہوں نے یہ اشکال پیش کیا کہ صرف ''یا اللہ مدد'' کا عنوان تو کوئی بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ہماری شناخت ''حق چار یارؓ'' ہے۔ اس لیے ہم نے وہ رستہ اختیار کرنا ہے جسے باقی جماعتیں چھوڑ چکی ہیں۔ اس لیے ''حق چار یارؓ'' اور دونوں اطراف میں اصلی کلمہ اسلام مکمل آجائے۔ باقی سنی تحریک الطلبہ کا اجلاس ٹھیک رہے گا، اس میں دونوں فریقوں کو بلالیا جائے تا کہ یہ تفریق ختم کر کے اپنا کام شروع کیا جاسکے۔ مجھے بھی کوئی وقت فارغ ملتا ہے تو ان شاء اللہ مخصوص اجلاس بلاؤں گا۔ والسلام...... خادم اہل سنت غفرلہ...... یکم ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

نوٹ: اگلے ماہ سے ان شاء اللہ مولانا محمد یعقوب الحسینی رحمہ اللہ ہرنولی ضلع میانوالی کے نام قائد اہل سنت کے مکاتیب شائع ہوں گے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۹)

اجلاس میں بزم حق چاریارؓ میرن کی کارکردگی اور سرگرمیوں پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے جناب طارق بلوچ کی خدمات کو سراہا گیا خصوصاً بزم حق چاریارؓ میرن لائیو چیج کو کامیابی سے چلانے پر اطمینان کا اظہار کیا گیا اور نئے ثناء خوان کو لائیو چیج پر پرفارم کرنے کے لیے طارق بلوچ صاحب سے رابطہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اجلاس میں مشاورت:

ثناء خوان رسولؐ:	جناب شہاب الدین مروت	صدر ضلع اسلام آباد
ثناء خوان مصطفیٰؐ:	جناب قاری مطیع الرحمان فاروقی	صدر ضلع راولپنڈی
ثناء خوان حبیبؐ:	جناب قاری عابد قریشی	صدر ضلع ہری پور
ثناء خوان مصطفیٰؐ:	عبدالمجید خدامی	کلورکوٹ
	ساجد خان سیال۔	صدر ضلع خانیوال

مولانا عبدالرزاق صدانی۔ سرپرست بزم حق چاریارؓ جنوبی پنجاب۔

مقرر کرنے کا اعلان کیا گیا ہے دیگر اضلاع میں صدور کی تقرریوں پر مشاورت جاری ہے۔

جاری کردہ: لیاقت حسین فاروقی (صدر بزم حق چاریارؓ پاکستان)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند کا موقف

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی زید مجدہ☆

یوں تو علوم وفنون، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت اور وہ تمام چیزیں جن کی انسانی زندگی میں ضرورت پیش آتی ہے ان کی تحصیل وتکمیل فرائض میں داخل ہے۔ لیکن ان تمام فرائض میں نفوس انسانی کی تہذیب وتکمیل سب سے اہم اور ضروری فرض ہے۔ اسی لیے دنیا میں انسان اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہی اس ذمہ داری سے گراں بار ہو کر تشریف لائے، پھر یہ سلسلہ ترقی کرتا ہوا خلاصۂ کائنات نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تک پہنچ کر ابدالآباد تک کے لیے مکمل ہو گیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔

اب اگر یہ پوچھا جائے کہ اس تہذیب وتمدن اور اخلاق فاضلہ کے آخری علم بردار نے نفوس انسانی کی تہذیب میں کون سا کمال کر دکھایا؟ تو جواباً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ان مقدس شخصیات کو پیش کر دیا جائے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال کے مظہر اتم، آپ کی تعلیم وتربیت کی واضح مثال، آپکے ارشاد وہدایت کے مخاطب اوّل اور آپ کے فیض صحبت سے شب وروز بہرہ اندوز تھے، یہ مقدس جماعت، رسول خدا اور خلق خدا کے درمیان خدا تعالیٰ کا ہی عطا کیا ہوا وہ واسطہ ہے جس کے بغیر نہ اللہ کا نازل کردہ قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ بیان قرآن لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔

یہ مقدس جماعت دینِ مستقیم کی امین ومحافظ، سنت نبوی کی پاسبان اور اسوۂ رسالت کا مجسم نمونہ تھی اور اس کی سیرت، سیرت النبی کا پرتو ہے، اس قدسی صفات جماعت نے تعلیماتِ نبوی کو اپنے زن وفرزند اور اپنی جان ومال سے زیادہ عزیز رکھتے ہوئے اپنا سب کچھ قربان کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں من وعن وبلاکم وکاست پہنچایا ہے، اس مقدس جماعت کی تنقیص وتنقید نہ صرف یہ کہ ان

(۱) مہتمم دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

کی شان میں گستاخی ہے۔ بلکہ اصولِ دین سے اعتماد ختم کرنے اور قرآن وسنت کو۔ نعوذ باللہ۔ ناقابل اعتبار قرار دینے کے مترادف ہے۔ جب صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کی ذات پر اعتماد نہیں ہوگا تو پھر ان کے واسطے سے پہنچنے والا قرآن کریم اور ان سے مروی احادیث کا ذخیرہ کیوں کر معتبر ٹھہرے گا؟ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا منه۔

صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند

جماعت علماء دیوبند نہ کوئی نیا فرقہ ہے اور نہ ہی وقت و حالات کی پیدا کردہ نئے عقائد و خیالات کی حامل کوئی جماعت، بلکہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں جن کا مرکز تعلیم ''دیوبند'' ہے، بہ قول حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند:

''ان کا واحد نصب العین کتاب وسنت کی روشنی میں امت کو اسی مزاج پر برقرار رکھنا ہے جو مزاج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فیضانِ صحبت و ارشاد سے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین رحمہم اللہ میں اور انھوں نے اپنے مابعد کے طبقات میں سلسلہ بہ سلسلہ، زمان بہ زمان، مکان بہ مکان پیدا فرمایا تھا۔''

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کے بارے میں علماء دیوبند کا موقف ہی کیا، ان کے کسی بھی عقیدے اور نظریے کو جاننے کے لیے اہل السنۃ والجماعۃ کی کوئی بھی مستند و معتبر اور جامع کتاب دیکھ لی جائے اس میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد، حنفی فقہ و اصولِ فقہ، احسان و تصوف اور تزکیہ اخلاق کے حوالے سے جو کچھ درج ہوگا، وہی علماء دیوبند کے عقائد و مسائل ہوں گے اور احسان و تصوف ہوگا، انبیاء کرام علیہم السلام، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ اور امت کے جن جن اولیاء عظام رحمہم اللہ کی علمی قدر و منزلت پر جمہورِ امت کا اتفاق ہے وہی شخصیات علماء دیوبند کے لیے مثال اور نمونہ ہیں۔

اس لیے ان سطور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو کچھ عرض کیا جا رہا ہے اس کی حیثیت ''قند مکرر'' کی ہے اور یہ مشک ہے جو مکرر رگڑا جا رہا ہے، تاکہ امت اس خوشبو سے معطر ہو اور نجوم ہدایت پر اہل زیغ و ضلالت کے اٹھائے ہوئے غبار کو چھانٹا جا رہا ہے، تاکہ گم گشتگان راہ اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا سکیں، اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تاریخی روایات اور علماء دیوبند

احوالِ زمانہ سے عبرت حاصل کرنا، انقلاباتِ جہاں سے دنیا کی بے ثباتی کا سبق لے کر فکر آخرت کو مقدم رکھنا، اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا استحضار، انبیاء وصلحاء امت کے احوال سے قلوب کو منور کرنا اور کفار و فجار کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنا وغیرہ فن تاریخ کے فوائد ہیں جو واقعات نگاری اور احوال ماضیہ کو بیان کرنے کا نام ہے، اس لیے اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، اس کی اہمیت کے لیے تو یہی کافی ہے کہ قصص و تاریخ، قرآن کریم کے پانچ علوم میں سے ایک ہے اور اس کا وہ حصہ جس پر حدیث نبوی کے صحت وسقم کو پہچاننے کا مدار ہے، اس اہمیت کے باوجود تاریخ کا یہ مقام نہیں ہے کہ اس سے عقائد کے باب میں استدلال کیا جائے، یا حلال وحرام کی تعیین میں حجت قرار دیا جائے، یا قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مسائل میں تاریخی روایات کی بنا پر شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تاریخی روایات کے باب میں علماء دیوبند کا موقف جمہور امت کے مطابق یہ ہے کہ:

(۱) چوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام افرادِ امت کی طرح نہیں ہیں، بلکہ یہ حضرات، رسولِ خدا اور خلق خدا کے درمیان خدا تعالیٰ کا ہی عطا کیا ہوا ایک واسطہ ہیں، یہ از روئے قرآن وحدیث ایک خاص مقام رکھتے ہیں، اس لیے ان کے مقام کی تعیین تاریخ سے نہیں، قرآن وسنت سے کی جائے گی۔

(۲) چوں کہ قرآنِ کریم کی دسیوں آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات مصرح مذکور ہیں، اس لیے تاریخی روایات ان کے معارض قطعاً نہیں ہوسکتیں۔

(۳) یہ ان احادیثِ صحیحہ ثابتہ کے بھی معارض نہیں ہوسکتیں جن کے جمع وتدوین میں وہ احتیاط برتی گئی ہے جو احتیاط تاریخ میں نہیں کی گئی اصول حدیث کے معروف امام امام ابن صلاح لکھتے ہیں:

"وَغَالِبٌ عَلَى الأخبارِيِّينَ الاكثار والتخليط فی ما يروونه" (علوم الحدیث، ص: ۲۶۳)

"مؤرخین میں یہ بات غالب ہے کہ روایات کثیرہ جمع کرتے ہیں جن میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات خلط ملط ہوتی ہیں۔"

(۴) پھر یہ مسئلہ عقائد اسلامیہ سے متعلق ہے اور جمہور امت نے کتب عقائد میں اپنے اپنے

ذوق کے مطابق مفصل یا مجمل اس کا ذکر کیا ہے، اس لیے اس کا مدار قرآن و سنت پر ہی رکھا جا سکتا ہے نہ کہ تاریخ کی خلط ملط روایات پر۔

عدالتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند

عدالت اور عدل کے معنی کی فقہاء و محدثین نے مختلف تعبیریں کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ عادل وہ شخص ہے جو مسلمان عاقل بالغ ہو، کبائر سے مجتنب ہو، صغائر پر اصرار نہ کرتا ہو، نیز صغائر کا عادی بھی نہ ہو، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شرح النخبہ میں فرماتے ہیں:

وَالمراد بالعدل من لهٗ ملكةٌ تحملهٗ على ملازمة التقوى والمروة والمرادُ بالتقوى اجتنابُ الأعمال السيئةِ من شركٍ، أو فسقٍ، أو بدعةٍ۔ (شرح النخبه، ص: ٢٤-٢٥، طبع ديوبند)

"عدل سے مراد وہ شخص ہے جسے ایسا ملکہ حاصل ہو جو اسے تقویٰ اور مروت کی پابندی پر برانگیختہ کرے اور تقویٰ سے مراد شرک، فسق اور بدعت جیسے اعمالِ بد سے اجتناب ہے۔"

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے شانہ بہ شانہ علماء دیوبند کا موقف بھی ہے کہ:

"اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ مَنْ لَا بَسَ الْفِتَنَ وَغَيْرُهُمْ"۔

"صحابہ سب کے سب عادل ہیں جو اختلافات کے فتنے میں مبتلا ہوئے وہ بھی اور دوسرے بھی۔"

علماء دیوبند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و جلالت میں کسی تفریق کے بھی قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو۔ معاذ اللہ۔ لائق عداوت، کسی کی مدح میں رطب اللسان رہیں اور کسی کے حق میں تبرائی بن جائیں، ان کے نزدیک تمام صحابہ شرف صحبت میں یکساں ہیں، البتہ باہم فرقِ مراتب ہے اور یہی جمہور کا قول معتبر ہے۔

والقولُ بالتعميم هو الذي صرح به الجمهور وهو المعتبر۔ (تدريب الراوی، ص ٤٠٠)

پھر علماء دیوبند ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تو بہت دور کی بات رہی کسی ادنیٰ سی ایسی بات کو بھی روا نہیں رکھتے جو ان کے منصب و عظمت کے شایانِ شان نہ ہو، اس لیے اگر کوئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے سلسلے میں یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے کہ:

”کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید (بن عقبہ) اور اسی کے مثل کہا جائے گا معاویہ، عمرو، مغیرہ اور شعبہ کے حق میں۔“ (کہ معاذ اللہ وہ بھی فاسق ہیں) (نزل الابرار: ۹۴/۲) یا کوئی اپنے قلب کا ضلال یوں ظاہر کرتا ہے:

”عائشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ کر مرتد ہوئی اگر بے توبہ مری تو کافر مری (العیاذ باللہ) اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہ کو علم کم تھا۔“ (کشف الحجاب، ص: ۲۱)

یا کوئی یوں زبان تنقیص دراز کرتا ہے:

”ان میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے تھے اور فی الواقع تھے جن کے اندر تزکیہ نفس کی اس بہترین تربیت کے باوجود کسی نہ کسی پہلو میں کوئی کمزوری باقی رہ گئی تھی، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب کا کوئی لازمی تقاضہ بھی نہیں ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔“ (خلافت وملوکیت، ص: ۲۸۳)

یا کسی کی ہفوات کا ظہور یوں ہوتا ہے:

”عثمان، معاویہ اور یزید، سب ایک ہی درجے کے ظالم و مجرم تھے، بقیہ صحابہ یا تو شیخین کے گروپ کے تھے اور اقتدار تک پہنچنے کے ان کے مقصد کی تکمیل میں شریک بن گئے تھے، یا وہ شیخین اور ان کے حامیوں سے خائف تھے، شیخین کے خلاف کوئی بات زبان پر لانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔“ (مزید دیکھئے، خمینی، کشف الاسرار، ص: ۱۱۲۔۱۲۰)

تو اس قسم کی تمام تر ہرزہ سرائیوں سے علماء دیوبند، بلکہ تمام اہل السنۃ والجماعۃ نہ صرف یہ کہ اظہار برأت اور ان کی مذمت کرتے، بلکہ اس طرح کے خیالات رکھنے والوں کے اسلام کو مشکوک مانتے اور اس ہرزہ سرائی کو زندقہ گردانتے ہیں اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”اذا رأیتم الذین یسبون أصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم“ (جمع الفوائد: ۴۹۱/۲)

”جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں تو تم کہہ دو کہ خدا کی لعنت ہو اس پر جو تم میں بدتر ہے۔“

کی روشنی میں ایسے لوگوں کو مستحق لعنت شمار کرتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ کے استاذ امام ابوزرعہ عراقی فرماتے ہیں:

”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، اس

لیے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ حق ہیں، قرآن حق ہے، قرآن وسنت ہم تک پہنچانے والے یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یہ تنقیص کرنے والے، ہمارے گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں، تا کہ کتاب وسنت کو باطل کریں، لہٰذا خود ان کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے، یہ زندیق ہیں۔" (الکفایہ، خطیب بغدادی، ص: ۴۹ حیدر آباد، دکن)

الغرض علماء دیو بند اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلہ پر امت کا اجماع ہے، اس میں کسی شک وشبہ کی قطعاً کوئی راہ نہیں، پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ لفظ "سب" عربی زبان کے اعتبار سے صرف فحش کلامی اور گالی گلوچ کو ہی نہیں کہتے، بلکہ ہر ایسا کلام جس سے کسی کی تنقیص وتوہین یا دل آزاری ہوتی ہے وہ لفظ "سب" میں داخل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم نہیں!

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلے میں مذکورہ بالا وسعت اور عموم کے باوجود ہم ان کو معصوم نہیں کہتے، البتہ انہیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں جو ولایت کا انتہائی مقام ہے جس میں بشاشتِ ایمان، جو ہرِ نفس بن جاتی ہے اور تقویٰ باطن ہمہ وقت مذکر رہتا ہے، اس میں امکان معصیت رہتا ہے اور معصیت کا صدور ہوا بھی ہے، لیکن اس میں تقاضائے بشری اور بیرونی عوارض کارفرما رہے، دواعی قلب کا دخل نہ رہا تھا اور اس صدور معصیت سے ان کی باطنی بزرگی اور باطنی تقویٰ کو جس کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے متہم نہیں کیا جاسکتا: وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التقوى و كانوا احق بها و اهلها۔

ایک شبہ کا ازالہ

البتہ یہاں ایک خلجان دل میں پیدا ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹے بڑے سب کے سب صرف روایت حدیث میں نہیں، بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں عادل ہیں اور عدالت کے مفہوم میں کبائر شرک وفسق اور بدعت وغیرہ سے اجتناب شامل ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم بھی نہیں، ان سے صدور معصیت ہوا ہے جس پر آپ ﷺ نے حدود بھی جاری فرمائی ہیں، تو پھر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عدالت کا مفہوم کیوں کر صادق آسکتا ہے؟

اس سلسلے میں علماء دیو بند اور اہل السنۃ والجماعۃ کا واضح جواب یہ ہے کہ یہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے معصیت کا صدور ہوا، لیکن معصیت، عدالت کے لیے نقصان دہ اس وقت ہے، جب کہ اس سے توبہ

نہ کی گئی ہو یا اللہ تعالیٰ نے از خود معاف نہ کر دیا ہو اور امت کے عام افراد کے حق میں یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ ان کے گناہ کی معافی ہوئی یا نہیں، اس لیے جب تک وہ توبہ نہ کرلیں اور توبہ پر ثابت قدمی ظاہر نہ ہو جائے ان کو ساقط العدالت ہی مانا جائے گا، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ ایسا نہیں ہے، کیوں کہ:

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں جو خوف وخشیت اور معاصی سے تنفر راسخ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم یہ گمان رکھیں کہ انھوں نے ضرور توبہ کرلی ہوگی اور بعض کا توبہ کرنا قطعی دلائل سے معلوم بھی ہے ان کا حال یہ ہے کہ وہ صرف زبانی توبہ پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ کوئی اپنے آپ کو رجم جیسی سخت ترین سزا کے لیے پیش کر دیتا ہے، کوئی اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیتا ہے اور جب تک قبول توبہ کا اطمینان نہیں ہو جاتا اس کو صبر نہیں آتا۔

(۲) ہمارا خیال ہے کہ ان کے حسنات، دین متین کے تئیں ان کی قربانیاں اور ان کی رسول اللہ سے محبت ونصرت اتنی عظیم اور بھاری ہے کہ عمر بھر کا ایک آدھ گناہ وعدۂ الٰہی کے مطابق معاف ہو ہی گیا ہوگا۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ۔

(۳) یہ ہمارا محض خیال نہیں ہے یہ قرآن کریم کی ایک سے زائد آیات سے مؤید اور تصدیق شدہ ہے، کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کسی خاص جماعت کے لیے خاص اور کہیں سابقین وآخرین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عام اعلان ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے، بیعت حدیبیہ میں شریک تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں قرآنِ کریم کا یہ واضح اعلان ہے:

"لقد رضی الله عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرة۔"

"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب کہ وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔"

سابقین وآخرین تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اعلان کیا گیا:

"والسابقون الأولون من المهاجرین والأنصار والذین اتبعوهم باحسان، رضی الله عنهم ورضوا عنه۔"

"اور مہاجرین اور انصار میں سے جو سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہیں اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔"

سورۃ "الحدید" میں ارشادِ باری ہے:

"وَکُلًا وَّعَدَ اللّٰہُ الحسنیٰ"

اللہ نے ان میں سے ہر ایک سے حسنیٰ کا وعدہ کرلیا ہے پھر سورۂ انبیاء" میں حسنیٰ کے متعلق یہ ارشاد ہے:

"ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون۔"

"جن کے لیے ہماری طرف سے حسنیٰ مقدر کردی گئی وہ جہنم سے دور کیے جائیں گے۔"

جب ان آیاتِ قرآنیہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزشوں کی معافی واضح طور پر معلوم ہوگئی تو ان کو کسی وقت بھی کسی معاملے میں ساقط العدالت یا فاسق نہیں کہا جاسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غیر معصوم ہونے اور ان کے عادل ہونے میں جو ایک ظاہری شبہ ہوا کرتا ہے اس کا جواب جمہور امت کے نزدیک یہی ہے جو بالکل واضح اور صاف ہے۔

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء دیوبند

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات رونما ہوئے اور خون ریز جنگوں تک کی نوبت آگئی ان اختلافات کو علماءِ امت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے "مشاجرات" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، جنگ و جدال کی تعبیر سے گریز کرتے ہیں کہ اس میں یک گونہ ان کے تئیں سوء ادب ہے "مشاجرۃ" کے معنی از روئے لغت ایک درخت کی شاخوں کا دوسرے میں داخل ہونا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ درختوں کے لیے باعث زینت ہے نہ کہ عیب، اس طرح علماء امت اس اختلاف کی تعبیر سے ہی یہ اشارہ دینا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اختلافات جو اپنی انتہاء کو پہنچ گئے تھے اور جس میں وہ باہم برسرپیکار بھی ہوگئے، وہ اختلافات بھی کوئی نقص وعیب نہیں، بلکہ زینت وکمال ہیں۔

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں باعث تشویش یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق، جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب الاحترام اور لائق تعظیم ہیں اور کسی ایک کے حق میں بھی ادنیٰ سے ادنیٰ سوء ادب کی گنجائش نہیں تو پھر اختلاف کے موقع پر یہ احترام کیسے قائم رہ سکتا ہے؟ کیوں کہ ان اختلافات میں ایک فریق کا حق پر اور دوسرے فریق کا خطا پر ہونا بدیہی ہے، بلکہ ایمان وعقیدے کے لیے اہل حق اور اربابِ خطا کی تعیین ضروری بھی ہے تو جو خطا پر ہیں ان کی تنقیص ایک لازمی امر ہے۔

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس شبہ کے سلسلے میں علماء امت اور علماء دیوبند کا دوٹوک موقف یہ ہے کہ باجماع امت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واجب التعظیم ہیں، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ

جنگ جمل و جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور ان سے مقابلہ کرنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ خطا پر، لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی جو شرعاً گناہ نہیں کہ جس پر وہ اللہ تعالیٰ کے عتاب کے مستحق قرار پائیں، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اصولِ اجتہاد کی رعایت کرتے ہوئے اپنی وسعت بھر تمام تر کوشش کی پھر بھی خطا ہوگئی تو وہ ایک اجر کے حق دار ہوں گے، اس طرح خطا و صواب بھی واضح ہوگیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبے پر کوئی آنچ بھی نہیں آئی، ہمارے خیال میں مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ''امام قرطبی'' نے اپنی تفسیر میں سورۃ الحجرات کی آیت ''وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا'' کے ذیل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کی بہترین تحقیق فرمائی ہے، اس کا مطالعہ کرلینا ہی چاہیے، یہ سطور اس تفصیل کی متحمل نہیں۔

تاہم مفسر موصوف کے ایک استدلال کا خلاصہ نقل کردینا مناسب ہوگا جو ان شاء اللہ بیمار دلوں کے لیے سامان شفاء ہوگا۔

مفسر موصوف رحمہ اللہ نے اس نظریے کو مدلل کرتے ہوئے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی گناہ اور فسق و فجور کا مرتکب نہیں تھا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے متعلق ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائے ہیں، جس کا ماحصل یہ ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے: ''طلحہ روئے زمین پر چلنے والے شہید ہیں'' اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے: ''زبیر کا قاتل جہنم میں ہے'' حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو جہنم کی خبر دے دو'' اور یہ دونوں حضرات ان عشرۂ مبشرہ میں ہیں جن کے نام لے کر جنتی ہونے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، پھر یہ بھی معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کیا اور اسی دوران شہید ہوئے۔

دوسری طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار ہیں، آپ کے مخالفین سے پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی بھی پیشین گوئی فرمائی ہے۔

جب حال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار بھی شہید اور مخالفین بھی شہید، تو پھر کیسے کسی فریق کو گناہ گار یا فاسق کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ان تمام حضرات کے پیش نظر رضاء الٰہی کے

حصول کے سوا کچھ نہ تھا، دونوں کا اختلاف کسی دنیوی غرض سے نہ تھا، بلکہ اجتہاد ورائے کی بنا پر تھا جس پر کسی بھی فریق کو مجروح ومطعون نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جو صحابہ رضی اللہ عنہم کنارہ کش رہے وہ بھی اجتہاد کی بنا پر، اس لیے وہ بھی نقص وعیب سے مبرا اور واجب التعظیم ہیں۔

پھر علماء دیوبند کے نزدیک سب سے اہم سکوت اور کف لسان ہے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول ان کے لیے اسوۂ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

> ”یہ ایسی لڑائی تھی جس میں صحابہ موجود تھے اور ہم غائب، وہ پورے حالات کو جانتے تھے، ہم نہیں جانتے، جس معاملے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے، ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملے میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔“ (قرطبی سورۂ حجرات)

خلاصہ کلام

الغرض! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کی روشنی میں اس امت کے افضل ترین اور مقدس ترین افراد ہیں، ان کے قلوب صاف اور وہ عند اللہ راضی ومرضی ہیں، وہ سب کے سب عادل، متقن اور پاک باطن ہیں، امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی ان میں سے ادنیٰ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا، وہ حق و باطل کی کسوٹی ہیں اور تنقید سے بالاتر، ان کی محبت، اللہ اور رسول اللہ کی محبت ہے اور ان سے بغض اللہ اور اللہ کے رسول سے بغض، ان کی عیب جوئی اور ان کے مشاجرات کو اچھالنا زیغ باطن کی علامت اور زندقہ ہے، ان کے اختلافات حق و باطل کے نہیں، اجتہادی خطا وصواب کے ہیں، اس لیے ان پر معصیت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

ان سطور کو سرخیل جماعت دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے تلمیذ رشید، استاذِ محترم حضرت مولانا فخر الدین علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے ایک قول پر ختم کیا جاتا ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے:

> ”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارق بین الحق والباطل ہیں، چنانچہ قرونِ اولیٰ میں روافض وخوارج کے ضلال کی ایک وجہ بھی تنقیص صحابہ تھی اور دور حاضر میں ”غیر مقلدین“ و ”مودودیین“ کے ضلال کا بھی ایک سبب یہی ہے۔“

گوشہ خواتین

آخری قسط

اُمُّ المومنین سیدتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت مولانا مفتی ابوجندل قاسمی صاحب ☆

شعب ابی طالب میں

۷ر نبوی میں کفار قریش نے اسلام کو ختم کرنے کے حوالے سے یہ تدبیر سوچی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، بنو ہاشم اور اُن کے تمام حامیوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے، اور ان سے تمام تعلقات منقطع کر دیئے جائیں، جب تک بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں، ابو طالب نے مع خاندان (بنو ہاشم) اور حامیوں (بنو المطلب) کے ایک گھاٹی میں پناہ لی، اس سخت گھڑی میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بھی ساتھ آئیں۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے غلام کو ساتھ لے کر کچھ غلہ لے جا رہے تھے، ابوجہل نے دیکھ لیا، اور کہا کہ میں ہرگز غلہ لے جانے نہیں دوں گا اور تم کو سب لوگوں میں رسوا کروں گا، اتفاقاً ''ابوالبختری'' سامنے سے آگیا، اس کو رحم آیا، اور ابوجہل سے کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کے واسطے غلہ لے جاتا ہے تو کیوں روکتا ہے؟ دونوں میں آوازیں بلند ہوگئیں، ابوالبختری نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ابوجہل کے سر پر ماری جس سے اس کا سر شدید زخمی ہوگیا۔ (سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۲/۱۳۴)

وفات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں ۲۵ر سال رہیں، (بعض نے ۲۴ر سال کہا ہے) اور ۱۱ر رمضان المبارک ۱۰ر نبوی میں ہجرت سے تین سال قبل، ابو طالب کے انتقال سے تین دن یا دو مہینے کے بعد وفات ہوئی، آپ کی کل عمر ۶۵ سال ہوئی، بعض نے ۶۴ر سال ۶ر مہینے بتائی ہے، مقام ''حجون'' میں دفن ہوئیں، اور چوں کہ اس سال ان دو اہم شخصیات (ابو طالب، حضرت

خدیجہ ؓ) کا انتقال ہوا، اس لیے اس سال کو ''عام الحزن'' (غم کا سال) کہا جاتا ہے۔ (الاستیعاب ۵۰۵/۴۔۵۰۹۔۵۱۰، الرحیق المختوم ۱۸۱۔۱۸۲)

اولاد

حضرت خدیجہ ؓ کے کل ۹/ اولاد ہوئیں، جن کی تفصیل اس طرح ہے: ابو ہالہ (جو اُن کے پہلے شوہر تھے) سے دو لڑکے پیدا ہوئے، ہالہ اور ہند، اور دونوں صحابی ہیں۔ دوسرے شوہر عتیق سے ایک لڑکی ''ہند'' پیدا ہوئی، یہ تینوں صحابی ہیں، جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

اور نبی اکرم ﷺ سے ۶/ اولاد ہوئیں، دو صاجزادے جو بچپن میں انتقال فرما گئے، اور چار صاجزادیاں، تفصیل یہ ہیں:

(۱) حضرت قاسم، سب سے بڑے صاجزادے تھے، پیروں چلنے لگے تھے، دو سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں بعثت نبوی سے پہلے ہی انتقال فرمایا، انہی کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت ''ابوالقاسم'' تھی۔

(۲) حضرت عبداللہ، زمانۂ نبوت میں پیدا ہونے کی وجہ سے ''طیب'' اور ''طاہر'' کے لقب سے مشہور ہوئے، بچپن میں مکہ مکرمہ میں ہی انتقال فرمایا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چھ صاجزادے تھے: قاسم، عبداللہ، طیب، طاہر، مطیب اور مطہر، مگر راجح قول پہلا ہی ہے۔

(۳) حضرت زینب ؓ، سب سے بڑی صاجزادی تھیں، بعثت نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں، اپنے خالہ زاد بھائی ''ابو العاص بن الربیع ؓ'' سے شادی ہوئی، ۸/ ہجری کے شروع میں انتقال فرمایا۔

(۴) حضرت رقیہ ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ سے نکاح ہوا، آپ ؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، جس روز عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ ؓ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ منورہ پہنچے اس روز انتقال فرمایا، ۲۰/ سال کی عمر ہوئی۔

(۵) حضرت ام کلثوم ؓ، یہی آپ کا نام تھا، اس کے علاوہ آپ کا کوئی اور نام ثابت نہیں، حضرت رقیہ ؓ کی وفات کے بعد ماہِ ربیع الاول ۳/ ہجری میں حضرت عثمان غنی ؓ کے نکاح میں آئیں، چھ سال حضرت عثمان ؓ کے ساتھ رہیں، ماہِ شعبان ۹/ ہجری میں انتقال فرمایا۔

(۶) حضرت فاطمۃ الزہراء ؓ، بعثت نبوی سے ایک سال پہلے اور بقول ابن الجوزی ؒ

پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں، جب کہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے، ۲ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے کے بعد ماہ رمضان المبارک ۱۱ ہجری میں انتقال ہوا۔ (الاصابہ ۷/۶۴۸_۶۶۵، ۸/۵۳_۶۸۹، عمدۃ القاری ۱۶/۳۸۲، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ وفضلہا، الاستیعاب ۲/۵۰۵_۵۰۷، سیرۃ المصطفیٰ ۳/۲۶۳_۲۷۱)

فضائل ومناقب

احادیث شریفہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس امت کی بہترین خاتون: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ نِسائِها مريمُ و خَيْرُ نِسائِها خديجة۔ (بخاري شريف ۱/۵۳۸، مسلم شريف ۲/۲۸٤، عمدة القاري ۱٦/۳۸۳، باب تزويج النبي ﷺ خديجة وفضلها)

"یعنی دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی عورتوں میں بہترین مریم ہیں، اور اس امت کی عورتوں میں بہترین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔"

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتی کے گھر کی بشارت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی پر اتنی غیرت نہیں آتی جتنی خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کا بکثرت ذکر کرنے کی وجہ سے، اور صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اور آپ نے مجھ سے نکاح کیا خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال کے بعد، اور ان کو ان کے رب نے یا جبرئیل علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ آپ خدیجہ کو جنت میں ایک ہی موتی کے بنے ہوئے گھر کی خوشخبری سنا دیجیے۔ (بخاری شریف ۱/۵۳۸)

(۳) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اور جبرئیل علیہ السلام نے سلام کہلوایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور کہا: اے اللہ کے رسول! خدیجہ آ رہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں سالن، یا کھانا، یا کوئی مشروب ہے، پس جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کو ان کے پروردگار کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیجیے، اور ان کو جنت کے ایک ایسے گھر کی بشارت سنا دیجیے جو ایک ہی موتی کا بنا ہوا ہوگا، جس میں نہ

کوئی شور وغل ہوگا اور نہ کسی قسم کی مشقت وتکلیف ہوگی۔ (بخاری شریف ۵۳۸/۱، مسلم شریف ۲۸۴/۲)

(۴) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نامناسب بات سن کر آپ ناراض ہوئے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن "ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا" نے گھر میں آنے کی اجازت چاہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اجازت طلبی یاد آگئی، پس آپ گھبرا گئے، اور فرمایا: ہالہ آئی ہیں؟ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: مجھے غیرت آئی، اور میں نے عرض کیا: آپ قریش کی ایک بڑھیا کو ہمیشہ یاد کرتے ہیں جس کی باچھیں سرخ ہوگئی تھیں، عرصہ پہلے وہ دنیا سے رخصت ہوگئیں، اور اللہ نے اس سے بہتر بیوی آپ کو عطا فرما دی۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت ناراض ہوئے۔ (بخاری شریف ۵۳۹/۱، مسند احمد ۸۹/۴۲، حدیث: ۲۵۱۷۱، تحفۃ القاری ۳۰۱/۷)

(۵) حضرت خدیجہ کی تعریف اور ذکر خیر: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرتے، فرماتی ہیں کہ ایک دن مجھے غیرت آئی، میں نے کہا آپ سرخ باچھوں والی کا بہت ذکر کرتے ہیں، اللہ نے آپ کو اس کے بدلے اس سے اچھی بیوی عطا فرما دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اللہ نے مجھے ان سے اچھی بیوی نہیں دی، وہ مجھ پر ایمان لائیں جب کہ لوگوں نے انکار کیا، اور انہوں نے میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی، اور انہوں نے اپنے مال سے میری غمخواری کی جب کہ لوگوں نے مجھے محروم کیا، اور اللہ نے مجھے ان سے اولاد عطا کی جب کہ دوسری بیویوں سے اولاد نہیں ہوئی۔"

استیعاب میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اب اُن کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کروں گی۔ (مسند احمد ۳۵۶/۴۱، حدیث: ۲۴۸۶۴، فتح الباری ۱۶۴/۷، الاستیعاب ۵۰۹/۲)

(۶) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کا خیال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کیا کرتے تھے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس اس بکری میں سے اتنا ہدیہ بھیجا کرتے تھے جو اُن کو کافی ہو جائے۔ (بخاری شریف ۵۳۸/۱، مسلم شریف ۲۸۴/۲)

رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ارضاها

رپورٹ

ایڈیٹر ماہنامہ حق چار یار کی وساطت سے ماہانہ رپورٹ بزم حق چار یارؓ برائے اشاعت پیش خدمت ہے۔

تحریک خدام اہل سنت والجماعت پاکستان کے زیر اہتمام بزم حق چار یارؓ کا قیام ایک انقلابی قدم ہے ہر دور میں کام کرنے کے انداز بدلتے رہتے ہیں حضرت امیر مرکزیہ قاضی ظہور الحسین اظہر مدظلہ نے نظم و نثر حمد و نعت اور منقبت کے ذریعے تبلیغ دین عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم عظام کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے بزم حق چار یارؓ قائم فرما کر اہل سنت عوام کے دل جیت لیے ہیں۔

۹ر فروری بروز ہفتہ بزم حق چار یارؓ پاکستان کا اجلاس کوٹ نجیب اللہ ہری پور میں زیر صدارت چیئرمین بزم مولانا محمد فاروق معاویہ منعقد ہوا جس میں جناب چیئرمین نے کہا کہ ہم حمد و نعت و منقبت، عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے میدان میں ایک نظریاتی ٹیم کے ساتھ نئے عزم، جوش اور ولولے کے ساتھ منظر عام پر آ گئے ہیں۔ صدر بزم حق چار یارؓ شاعر اسلام الحاج لیاقت حسین فاروقی نے کہا کہ: ہم آ گئے تو گرمی بازار دیکھنا۔ کے مصداق ہم عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ کی تعریف و توصیف کے پرچم کو گھر گھر پر لہرانے کے لیے میدان عمل میں اترے ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے قافلے میں شاعر انقلاب اطہر ہاشمی شاعر اہل سنت وسیم شہزاد شاعر اسلام عبدالمجید خدامی۔ شاعر اسلام مفتی عبداللہ بن عباس جیسے نظریاتی شعراء کرام شامل ہیں جن کے انقلابی ترانے پورے ملک میں گونجیں گے۔ وائس چیئرمین مطیع الرحمان اطہر ہاشمی نے کہا کہ ہم نظریاتی لوگ ہیں ہم مشن پر سمجھوتا نہیں کرتے ہم قاضی مظہر رحمہ اللہ کے مشن کے سپاہی ہیں ہم قائد اہل سنت کے نظریات اور تعلیمات کو لوگوں کے دلوں تک پہنچا کر دم لیں گے۔ مرکزی سیکرٹری اطلاعات محمد ذیشان وزیر نے کہا کہ بزم حق چار یارؓ کا قیام وقت کی اہم ضرورت تھی جسے بروقت پورا کر دیا گیا ہے اب اس پلیٹ فارم سے نظریاتی اور انقلابی کام ہوگا ہم ختم نبوت عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ اور مشن حسینی کو عام کریں گے۔ صاحبزادہ قاضی ظاہر حسین جرار چیف آرگنائزر بزم حق چار یارؓ نے کہا کہ کی تنظیم سازی پر توجہ دی جا رہی ہے مرکزی جنرل باڈی کے بعد ضلعی صدور کی کی رجسٹریشن کا عمل بھی شروع کیا جا رہا ہے۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۴)

ماہنامہ حق چاریار لاہور رجسٹرڈ نمبر CPL26